ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
35
20تا26 ذوالحجہ1438ھ/12تا18ستمبر2017ء

اسلام: انسان کی حقیقی آزادی کا اعلان

اسلام انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی میں لے آتا ہے۔ انسان اپنے پورے مفہوم کے ساتھ کبھی روئے زمین پر نہیں پایا گیا، مگر اُسی وقت جب اس نے اپنی گردن اور اپنی پوری زندگی سے انسانوں کی غلامی کا جوا اتار پھینکا اور اس کا ضمیر اور اعتقاد انسانی تسلط واستیلاء سے آزاد ہو گئے۔

اسلام ہی وہ دین ہے جو تشریع اور حاکمیت کے تمام اختیارات کو صرف اللہ کے لئے مانتا ہے اور اللہ کے بندوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لے آتا ہے۔ انسانوں نے روئے زمین پر قانون سازی اور حاکمیت کے لئے جتنی ایسی تنظیمیں قائم کی ہیں جن میں زمام اختیار انسانوں کے سپرد کر دی، درحقیقت انسانوں کی غلامی کی ذلت اپنے اوپر ڈال دی۔ جبکہ اسلام اور صرف اسلام انسانوں کو ذلت کی ان اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر اللہ کی غلامی کے باوقار اور پُرعظمت تخت پر بٹھا دیتا ہے۔

یہ انسان کی حقیقی آزادی کا اعلان ہے اور یہی انسان کے ظہور کا اعلان ہے۔ اس سے پیشتر انسانی وجود اپنی انسانیت کے کمال کے ساتھ کہیں بھی موجود نہ تھا۔ ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ جو لشکر اسلام کے قائد تھے، جب سپہ سالار فارس رستم کے پاس قاصد بن کر گئے تو اس نے پوچھا: ''تمہیں یہاں تک کیا شے لے آئی ہے؟'' آپؓ نے فرمایا: ''ہمیں اللہ نے بھیجا، اور اس مقصد کے لیے بھیجا کہ ہم بنی نوع انسان کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی میں لے آئیں، اور انہیں دنیا کی تنگیوں سے دنیا و عقبیٰ کی وسعتوں کی طرف اور ادیانِ باطلہ کے ظلم وجور سے اسلام کے عدل وانصاف کی طرف نکال لے جائیں۔''

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

اور اب میانمار (برما) میں

اسلامی معاشرہ کے خدوخال (2)

مطالعۂ کلام اقبال

ڈونلڈ ٹرمپ کی دھمکی
اب پاکستان کا ردعمل کیا ہونا چاہیے؟

فطرت کی تعزیریں

ٹرمپ کی دھمکی پر قوم کا خوش آئند ردعمل

صدقہ اور قرض

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

جنت متقی بندوں کی میراث ہے

سُورۃُ مریم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 61 تا 63

جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾
لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَلَہُمۡ رِزۡقُہُمۡ فِیۡہَا بُکۡرَۃً وَّعَشِیًّا ﴿۶۲﴾
تِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾

آیت ۶۱ ﴿جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِیۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ﴾ ”(انہیں ملیں گے) عیش دوام کے باغات‘ جن کا وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب میں۔“

اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن میں ایسے وعدے جگہ جگہ کیے گئے ہیں۔ دُنیوی زندگی میں نہ تو کسی نے جنت کو دیکھا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو۔ یہ سارا معاملہ غیب ہی کا ہے۔ چنانچہ جو شخص اللہ کو اور اس کے ایسے تمام وعدوں کو مانتا ہے وہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ کے مصداق غیب پر ایمان لاتا ہے۔

﴿اِنَّہٗ کَانَ وَعۡدُہٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾﴾ ”یقیناً اس کا وعدہ تو پورا ہونے والا ہی ہے۔“

وہ اپنے وقت پر پورا ہو کر رہے گا۔

آیت ۶۲ ﴿لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ﴾ ”وہ نہیں سنیں گے اس میں کوئی لغو بات مگر صرف سلام۔“

جنت میں ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آ رہی ہوں گی۔ ہر طرف سے فرشتوں کا ورود ہوگا اور وہ اہل جنت کو سلام کہہ رہے ہوں گے۔ سورۃ الواقعہ میں اس مضمون کو ایسے بیان فرمایا گیا ہے: ﴿لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا وَّلَا تَاۡثِیۡمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِیۡلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾﴾ ”وہ اس میں کوئی لغو اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے‘ مگر ایک ہی بات: سلام! سلام!“

﴿وَلَہُمۡ رِزۡقُہُمۡ فِیۡہَا بُکۡرَۃً وَّعَشِیًّا ﴿۶۲﴾﴾ ”اور ان کے لیے ان کا رزق ہوگا اس میں صبح اور شام۔“

آیت ۶۳ ﴿تِلۡکَ الۡجَنَّۃُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾﴾ ”یہ ہے وہ جنت جس کا ہم وارث بنائیں گے اپنے بندوں میں سے اُن کو جو متقی ہوں گے۔“

فرمان نبویؐ

میراث میں وارث کا حق

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ :

((مَنۡ فَرَّ مِنۡ مِيۡرَاثِ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيۡرَاثَهٗ مِنَ الۡجَنَّةِ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ))

(سنن ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے وارث کی میراث سے راہ فرار اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا۔“

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو جنت کا وارث بنانے کا وعدہ بایں طور کیا ہے کہ (یرثون الفردوس) یعنی مؤمن بہشت کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسی کے پیش نظر فرمایا کہ جو شخص ناجائز طور پر اپنے وارث کو میراث سے محروم کردے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی وراثت سے محروم رکھے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ابتدا ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وارثوں کا پورا پورا حق ادا کرنے کی توفیق دے اور آخرت کے خسارے سے ہمیں بچائے۔ آمین!

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور اب میانمار (برما) میں

حضرت ثوبان ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قریب ہے کہ اقوامِ عالم ایک دوسرے کو تم پر ٹوٹ پڑنے کی دعوت دیں گی جیسا کہ کھانا کھانے والے ایک دوسرے کو اپنے دسترخوان کی طرف بلاتے ہیں۔'' اس پر کسی نے کہا: کیا اُس روز ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تعداد میں تو اُس روز تم بہت زیادہ ہو گے' لیکن تمہاری حیثیت جھاگ سے زیادہ نہ ہو گی' جیسا کہ سیلاب کا جھاگ ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال باہر کرے گا اور خود تمہارے دلوں میں وہن (کی بیماری) ڈال دے گا۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! وہن کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت!'' (سنن ابی داؤد)

آج اگر امتِ مسلمہ کی صورتِ حال پر نگاہ ڈالی جائے تو حضور ﷺ کی درج بالا پیشین گوئی حرف بہ حرف اور لفظ بہ لفظ درست ثابت ہوتی ہے اور مسلمانوں کے موجودہ حالات پر صحیح طور پر منطبق ہوتی ہے۔ آج اسلام دشمن قوتیں چن چن کر مسلمانوں کو ظلم و ستم اور تشدد کا نشانہ بنا رہی ہیں۔ افغانستان' عراق' سوڈان' شام' لیبیا' کشمیر' فلسطین میں مسلمانوں کو جان سے مارا جا رہا ہے' انہیں بے گھر کیا جا رہا ہے۔ نہ ان کی عزتیں محفوظ ہیں اور نہ مال محفوظ ہیں۔ ایک علاقہ میں ہونے والے ظلم پر ہم مرثیہ کہہ رہے ہوتے ہیں تو دوسرے علاقے میں یہ خوفناک عمل شروع ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا علاقوں میں ابھی آگ اور خون کا یہ کھیل جاری ہے اور اب میانمار میں مقیم روہنگیا مسلمانوں پر ایسا لرزہ طاری کر دینے والا انسانیت سوز سلوک ہونے کی خبریں بمع تصاویر آنی شروع ہوئی ہیں کہ ماضی قریب میں دنیا بھر میں کہیں بھی ایسے ظلم، ایسی بربریت اور درندگی کی مثال نہیں ملتی۔ زندہ عورتوں اور بچوں کو آگ میں جھونکا جا رہا ہے۔ میانمار کی حکومت ان خبروں خصوصاً تصاویر کو جعلی قرار دے رہی ہے، کچھ مبالغہ ہونے کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ایک لاکھ سے زائد روہنگیا مسلمان اپنا صدیوں پرانا گھر چھوڑ کر بے سروسامان بنگلہ دیش کی سرحد کراس کیا، بلاوجہ کر گئے؟ انسان اپنا گھر، اپنا کاروبار، اپنا ساز و سامان اس وقت چھوڑ کر نکلتا ہے جب وہ آس پاس بے دریغ خون بہتا دیکھتا ہے، جب وہ اپنوں کی لٹتی عزتیں برداشت نہیں کر پاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ صادق المصدوق نبی اکرم ﷺ کے مبارک فرمان کے مطابق آج اسلام دشمن دنیا، کمزور' منتشر' منقسم اور مضمحل مسلمانوں کے نیم مردہ جسد کو نوچنے کے لیے ایک دوسرے کو دعوت دے رہے ہیں، لہٰذا وہ آگ اور خون کا کھیل کبھی مسلمانوں کے ایک علاقے میں رچاتے ہیں اور کبھی دوسرے علاقے میں درندوں کی صورت میں ان پر جھپٹ رہے ہیں۔ ہمارے ماں باپ اس مقدس ترین ہستیؐ پر قربان ہوں۔ حضور ﷺ نے اس سلوک کی جو وجہ بیان فرمائی، آج جب ہم مسلمانوں اور خاص طور پر مسلمان اشرافیہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ بھی آپؐ کی پیشین گوئی سے تنکا برابر مختلف محسوس نہیں ہوتی۔ جس بیماری کو آپؐ نے وہن قرار دیا ہے، مسلمانوں میں ایک وبا کی طرح پھیلی ہوئی ہے یعنی دنیا کی محبت اور موت سے کراہیت۔

اس وقت دنیا میں ایک ارب ساٹھ کروڑ مسلمان بستے ہیں لہٰذا فرمان مبارک اس لحاظ سے بھی

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
20 تا 26 ذوالحجہ 1438ھ جلد 26
12 تا 18 ستمبر 2017ء شمارہ 35
مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

درست ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کم نہیں بلکہ بہت زیادہ ہوگی اور ہماری حیثیت یقیناً سیلاب کے جھاگ جیسی ہے۔ دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کی ہیبت ختم ہوچکی ہے تب ہی تو وہ اس ظلم و بربریت کے ردعمل کی کوئی پروا نہیں رکھتے۔ اس بربریت اور درندگی پر انتہائی دکھ اور تشویش کی بات یہ ہے کہ مسلمان حکمران اس پر مسلسل پُراسرار خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں اور تو اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک جسے مملکت خداداد پاکستان کہا جاتا ہے جو ایٹمی قوت ہونے کا دعوے دار ہے، اس نے اتنی بھی تکلیف گوارا نہیں کی کہ میانمار کے سفیر کو وزارت خارجہ میں طلب کر کے رسمی احتجاج ہی ریکارڈ کرا دیا جاتا۔ صرف ترکی کے صدر اردگان نے کچھ جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنگلہ دیش کو یہ کہہ کر کہ تم ان مظلوم مسلمانوں پر اپنی سرحدیں کھول دو، انہیں پناہ گزین کا درجہ دے دو، اس کے تمام اخراجات ترکی ادا کرے گا۔ تب بنگلہ دیش نے اپنی سرحدیں کھولیں وگرنہ شیخ مجیب الرحمٰن کی صاحبزادی کب یہ کام کرنا چاہتی تھی؟ سعودی عرب جسے مسلمانوں کے امام کی حیثیت حاصل ہے جو حرمین الشریفین کی وجہ سے امت مسلمہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اس کے حکمرانوں کے زبانوں پر بھی تالے پڑے ہوئے ہیں۔ او آئی سی دنیا کے مسلمانوں کے لیے کوئی عملی کارروائی اور تعاون کے حوالہ سے بے کار بلکہ مردہ ادارہ بن چکا ہے تمام مسلمان ادارے اور تنظیمیں مفلوج ہوچکی ہیں۔ امریکہ اور یورپ کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں اور تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ وہ کر بھی کیا سکتے ہیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان ممالک اگر مشترکہ طور پر میانمار سے سفارتی تعلقات منقطع کرلیں تو یہ چرکہ سہنا میانمار کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ لیکن اگر سب مل کر تجارتی تعلقات بھی ختم کر دیں تو چند دنوں میں میانمار کے حکمرانوں کے ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے۔ اور یہ 34 مسلمان ممالک کی فوج جس کی سربراہی جنرل راحیل شریف کو دی گئی ہے، یہ کس مرض کی دوا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو عالمی طاغوتی قوتیں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا عمل شروع کر چکی ہیں، مسلمانوں کے حکمران انہیں اپنا آقا اور مالک سمجھتے ہیں۔ بھروسا اللہ پر نہیں ہے بلکہ ان باطل قوتوں پر ہے کہ وہ ان کے تخت و تاج کی حفاظت کریں گی۔ حالانکہ یہ عالمی طاقتیں جھوٹے عذر اور افسانے تراش کر باری باری مسلمان ممالک پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ عجب مضحکہ خیز صورت حال ہے، آنگ سان سوچی جو میانمار کی وزیر اعظم یعنی چیف ایگزیکٹو ہیں، جن کی حکومت اپنے ان شہریوں سے بدترین سلوک روا رکھے ہوئے ہے، ان کو عالمی امن کے ٹھیکیداروں نے امن کا نوبل پرائز دیا ہوا ہے۔ شاید امن کے اس انعام کے حصول کے لیے اب مسلمانوں کا زیادہ سے زیادہ خون بہانا اور ان کو بے گھر کرنا لازم ٹھہر گیا ہے۔ اس ساری صورت حال سے مغرب کی منافقت عیاں ہوتی ہے۔ جب میانمار میں قتل و غارت گری عروج پر تھی، انہی دنوں میں شمالی کوریا کے ایٹمی تجربہ پر امریکہ اور یورپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کرلیا گیا۔ حالانکہ دنیا میں کئی اور ایٹمی ممالک ہیں یہ اجلاس اگر آنے والے وقت میں امن قائم کرنے کے لیے ہے تو حال ہی میں آپ کی آنکھوں کے سامنے امن کو جو تہہ و بالا کیا جا رہا ہے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، اس کے لیے کسی اجلاس کی ضرورت نہیں۔

روہنگیا مسلمان جن کا میانمار میں قتل عام ہو رہا ہے، یہ ریاست اراکان کے صدیوں پرانے شہری ہیں جو اس علاقہ میں آباد ہیں۔ 1784ء تک یہ برما جسے اب میانمار کا نام دیا گیا ہے، اس سے الگ ایک ریاست تھی اور مسلمان ہی حکمران تھے۔ 1784ء میں برمی بادشاہ نے مسلمانوں کی اس ریاست پر قبضہ کر کے برما کے ساتھ اس کا جبری الحاق کرلیا۔ 1826ء میں برطانیہ نے اس پر قبضہ کرلیا۔ جب تقسیم ہند کے وقت انگریز برصغیر سے واپس لوٹ گیا تو یہ ریاست برما کا حصہ ہی رہی۔ جب تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہو رہی تھی تو روہنگیا کے مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ انہیں پاکستان کا حصہ بنالیا جائے کیونکہ اس کی ساحلی سرحدیں مشرقی پاکستان کے شہر چٹاگانگ سے ملتی تھیں لیکن بوجوہ یہ نہ ہوسکا۔ بعض خبروں کے مطابق کیونکہ اس علاقہ میں زیر زمین تیل اور گیس کے ذخائر معلوم ہوئے ہیں، لہٰذا اصل میں یہ قتل عام اس لیے کیا جا رہا ہے اور انہیں وہاں سے اس لیے نکالا جا رہا ہے کہ کل کلاں یہ دولت روہنگیا مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ یا اس دولت کے حصول کے حوالے سے یہ مسلمان ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن جائیں۔ واللہ اعلم

ہمیں مایوس ہونے کی قطعی ضرورت نہیں، اس لیے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے مسلمانوں کی تمام دنیا پر حکومت قائم ہوگی۔ یہ فرمان نبوی ہے لہٰذا اس پر بھی ہمارا ایمان اپنی آنکھوں دیکھی چیز سے زیادہ ہے۔ گویا یہ ایک بہت بڑی خوشخبری ہے، لیکن ہمارے لیے اصل سوال یہ ہے کہ ہمارا رول کیا ہوگا؟ ہم ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو اقامت دین کی جدوجہد میں جُتے ہوئے ہیں یا خدانخواستہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو اس کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ انقلاب اور وہ سنہرا دور بھی تب ہی آسکے گا جبکہ مسلمان سب نہ سہی ان کی ایک معقول تعداد اس سنہرے دور کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے گی۔ یقیناً یہ ہوں گے کامیاب و کامران لوگ، جبکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے مسلمانوں کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں، وہ پاک ذات غفور و رحیم ہے اور وہی فیصلے کا اختیار رکھتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

اسلامی معاشرہ کے خدوخال (2)

سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 25 اگست 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراھیم

محترم قارئین! سورۃ بنی اسرائیل کا تیسرا رکوع ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ جس کا موضوع ہے ''اسلامی معاشرے کے خدوخال''۔ جیسا کہ گزشتہ شمارے میں ہم نے پڑھا کہ یہ مضمون دو رکوعوں پر مشتمل ہے۔ گزشتہ شمارے میں ہم نے تیسرے رکوع کی پہلی تین آیات کا مطالعہ کیا تھا جن میں اسلامی معاشرے کے دو بنیادی اصول بیان ہوئے تھے۔ ان میں پہلا اصول یہ بیان ہوا تھا کہ اسلامی معاشرے کی بنیاد توحید پر ہوگی۔ یعنی اللہ کے علاوہ کسی کو معبود، حاجت روا یا مشکل کشا نہیں مانا جائے گا۔ معاشرے میں اصل حاکمیت اُسی کی ہوگی یعنی تمام قوانین، ضابطے اور اصول اُسی کے بنائے ہوئے چلیں گے۔ کسی انسان یا پارلیمنٹ کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے سیاسی، معاشی، معاشرتی یا عائلی قوانین میں ترمیم کر سکے یا ان کے مقابلے میں خود کوئی قانون بنا سکے۔ معاشرہ کی بنیادی اکائی خاندان، کنبہ یا گھر ہے۔ چنانچہ ایک صحت مند اور مثالی معاشرہ کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ گھر، خاندان یا کنبہ مضبوط، مستحکم اور مثالی ہو اور گھر یا کنبہ مستحکم یا مثالی تب ہی بن سکتا ہے جب اس کے افراد میں باہم نظم و ضبط ہو اور حقوق و فرائض کی نہ صرف پہچان ہو بلکہ ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کا جذبہ متحرکہ بھی ہو۔ چنانچہ سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی ابتدائی آیات میں اسلامی معاشرے کا دوسرا اصول یہ بیان کیا گیا کہ اللہ کے بعد سب سے بڑھ کر حق والدین کا ہے جن کے ساتھ حسن سلوک اولاد کے لیے لازم قرار دیا گیا۔ اسلامی معاشرے کے اور کون کون سے اُصول ہیں آیئے جانتے ہیں اس رکوع کی بقیہ آیات کی روشنی میں۔ فرمایا:

﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ﴾ ''اور حق ادا کرو قرابت داروں اور مسکینوں کا''۔

والدین کے بعد رشتہ داروں کے بھی حقوق ہیں اور رشتوں میں سے بھی خونی رشتے دوسرے رشتوں پر فائق ہیں۔ رشتوں کا لحاظ رکھنا بھی اسلامی معاشرت کی اقدار میں شامل ہے جس کا دین میں بار بار حکم دیا گیا ہے۔ ایک صحت مند معاشرہ تب ہی قائم ہوگا جب اس میں انسانیت کا احترام ہو، ایک دوسرے کے دکھ درد کی نہ صرف پہچان ہو بلکہ دوسروں کے دکھ درد میں شریک بن جانے کا جذبہ بھی ہو۔ دوسروں کے دکھوں کا مداوا کیسے کیا جائے؟ اس کی تڑپ ہو۔ اسلام ایک ایسے معاشرے کی تعلیم دیتا ہے جہاں انسان ایک دوسرے کے کام آئیں، ان کے اخلاق مثالی ہوں، ان کے معاملات مثالی ہوں۔ جبکہ اس کے برعکس مادہ پرستی کی بنیاد پر جو معاشرہ قائم ہوتا ہے اس میں خود غرضی اور نفسا نفسی کا ہی عالم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مغربی معاشرہ جس کی بنیاد سرمایہ دارانہ نظام پر ہے، وہاں یہ روایت بن گئی ہے کہ اولاد جوان ہوتے ہی والدین کو چھوڑ دیتی ہے اور والدین اولاد کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ تعلق نہ ہونے کے برابر ہے اور رشتوں کا تقدس بالکل ختم کر دیا گیا ہے بلکہ رشتوں کی جس طریقے سے دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں، اس کو زبان پر نہیں لایا جا سکتا مگر وہاں اسی کو تہذیب کی انتہا سمجھا جا رہا ہے۔ جبکہ اسلامی معاشرت میں رشتہ داروں کا بھی باقاعدہ حق ہے اور معاشرے کے ان لوگوں کا بھی حق ہے جو مسکین ہیں۔

مسکین وہ شخص ہے جس کی مالی حالت اتنی کمزور ہے کہ وہ اپنی بنیادی ضرورتیں پوری نہیں کر پا رہا۔ بعض اوقات مسکنت کا ایک انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان کے قویٰ شل ہو جاتے ہیں، دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک لگتا ہے، لیکن کر کچھ نہیں سکتا۔ یہ نفسیاتی بیماری ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ مجبور ہے۔ لیکن لوگوں کو برا لگتا ہے کہ اچھا بھلا ہے، کام کیوں نہیں کرتا ہے؟ لیکن مسکنت یہی ہے کہ دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک لگ رہا ہو لیکن اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ دوسروں کا محتاج ہو۔ چنانچہ اسلامی معاشرے کا لازمی تقاضا ہے کہ رشتہ داروں کا حق بھی ادا کیا جائے اور مساکین کا بھی حق ادا کیا جائے۔

﴿وَابْنَ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کا''۔

مسافر اگرچہ باہر سے آیا ہے لیکن بحیثیت انسان اس کے ساتھ بھی آپ نے حسن سلوک کرنا ہے۔ آج کل تو سفر کا معاملہ آسان ہو گیا ہے لیکن اُس زمانے میں لوگ قافلوں کی شکل میں سفر کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ قافلے لُٹ جاتے تھے اور اچھے بھلے مالدار لوگ لُٹنے کے بعد پائی پائی کے محتاج ہو جاتے تھے اور وہ بھی پردیس میں جہاں ان کو پوچھنے والا بھی کوئی نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا انسانیت کے ناتے ان سے حسن سلوک کرنا اسلامی معاشرت کا حصہ رہا ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں حقوق انسانی کا جو تصور ہے اس کو سورۃ النساء میں زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ'' ﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو'' ﴿وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور قرابت داروں، یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ'' ﴿وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ ''اور قرابت دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے کے ساتھ'' ﴿وَالصَّاحِبِ

بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ﴾ ''اور ہم نشین ساتھی اور مسافر کے ساتھ'' ﴿وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ﴾ ''اور وہ لونڈی غلام جو تمہارے ملکِ یمین ہیں (ان کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو)۔'' ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿۳۶﴾﴾ ''اللہ بالکل پسند نہیں کرتا اُن لوگوں کو جو شیخی خورے اور اکڑنے والے ہوں۔''

یہ تمام حقوق اسلامی معاشرے کے خدوخال معین کرتے ہیں اور ایک صالح اور پُرامن معاشرے کے قیام کے لیے ان حقوق کو پورا کرنا لازمی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَ لَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا ﴿۲۶﴾﴾ ''اور فضول میں مال مت اڑاؤ۔''

حقیقی ضرورت کے علاوہ کسی چیز پر پیسہ خرچ کرنا تبذیر کہلاتا ہے۔ یعنی اللے تللوں اور نمود ونمائش پر خرچ کرنا۔ جیسے ہمارے ہاں شادی بیاہ یا محافل میں ہوتا ہے کہ بڑے قمقمے لگائے ہوئے ہیں، پوری گلی بقعۂ نور بنی ہوئی ہے اور درخت کے ہر پتے کے ساتھ چراغ لگایا گیا ہے۔ راستوں میں دور دور تک چراغاں کیا جارہا ہے اور ڈیکوریشن پر لاکھوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ اس کا کیا مقصد ہے سوائے نمود ونمائش کے کہ لوگ کہیں کہ بڑا زبردست فنکشن تھا، انواع واقسام کے کھانے تھے، اتنی ڈیکوریشن تھی، اتنا چراغاں تھا وغیرہ وغیرہ۔

تبذیر کے مقابلے میں ایک اور لفظ ہے افراط، جس کا مطلب ہے ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔ اسلام اس سے بھی منع کرتا ہے۔

﴿وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۱﴾﴾ (الاعراف:31) ''اور کھاؤ اور پیو البتہ اسراف نہ کرو یقیناً وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

یعنی دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اسراف سے بچو۔ جیسے کھانا ہماری ضرورت ہے جس کے لیے ایک وقت میں ایک یا دو ڈشیں کافی ہیں لیکن ہر کھانے میں انواع واقسام کی ڈشیں رکھی جا رہی ہیں تو یہ اسراف ہے اور ایسا کرنے والے کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

﴿اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ﴾ ''یقیناً مال کو فضول اڑانے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔''

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میرا پیسہ ہے، لہٰذا جس طرح چاہوں خرچ کروں، یہ میرا حق ہے، اس میں غیر شرعی حرکت کون سی ہوگئی؟ لیکن اس پر فتویٰ قرآن دے رہا ہے کہ ایسا کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

﴿وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوۡرًا ﴿۲۷﴾﴾ ''اور یقیناً شیطان اپنے رب کا بہت ہی ناشکرا ہے۔''

شکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر اللہ نے زیادہ دیا ہے تو اس کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے۔ کم سے کم رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور معاشرہ کے دیگر ضرورت مند لوگوں کے جو حقوق اللہ نے مقرر کیے ہیں وہ تو ضرور پورے کردیے جائیں۔ مگر بجائے اس کے جو لوگ اسراف وتبذیر سے کام لیتے ہیں تو وہ ناصرف اللہ کی ناشکری کے مرتکب ہوتے ہیں کہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے نمود ونمائش اور اپنا نام اونچا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ جس سے محروم طبقات کے دلوں میں احساس محرومی اور بڑھتا ہے، ان کے دلوں میں بھی حسرت پیدا ہوتی ہے اور نتیجہ میں نفرت پھیلتی ہے۔ غریب سوچتا ہے کہ ہمارے پاس دو وقت کی روٹی نہیں، بچے بھوکے سوتے ہیں، بنیادی ضروریات پوری نہیں ہو رہیں، بیٹیاں جوان بیٹھی ہوئی ہیں اور ایسا کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم ان کی شادیاں کردیں۔ جبکہ دوسری طرف بلاضرورت اور عیاشیوں اور اللوں تللوں میں بے تحاشا خرچ ہو رہا ہے۔ جبکہ یہی پیسہ ہمارے کام آسکتا تھا۔ چنانچہ اس سے دل پھٹتے ہیں، نفرت پھیلتی ہے اور بالآخر یہ نعرہ لگتا ہے کہ

اُٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
امراء کے در و دیوار ہلا دو!

پھر امیروں کے پیٹ پھاڑے جاتے ہیں اور وہی معاشرہ مقتل اور جرائم گاہ بن جاتا ہے۔ گویا شیطان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسی لیے یہاں اسراف وتبذیر کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا۔ جبکہ دوسری طرف اگر انسان اپنے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور دیگر جن لوگوں کے حقوق اسلام نے مقرر کیے ہیں ان کو پورا کرے اور ہر ایک کے ساتھ احترام اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرے تو یہی معاشرہ جنت بن جائے گا اور اسلام ایک ایسا ہی معاشرہ چاہتا ہے جس میں محبت، احترام، ایثار اور اخوت کا جذبہ ہو۔

﴿وَ اِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡہُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکَ تَرۡجُوۡہَا﴾ ''اور اگر تمہیں اعراض کرنا ہی پڑ جائے اُن سے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تمہیں امید ہے''

یعنی کوئی شخص مجبور ہے، سائل یا مسکین ہے، آپ کو

پریس ریلیز 8 ستمبر 2017ء

میانمار کے مسلمانوں کی نسل کشی پر مسلمان حکمرانوں کی پُراسرار خاموشی انتہائی شرمناک ہے

اسلام دشمن عالمی قوتیں میانمار حکومت کی پشت پناہی کر رہی ہیں

ترکی کا روہنگیا مسلمانوں کے لیے رول قابل تحسین ہے

حافظ عاکف سعید

ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے میانمار میں ہونے والے مظالم پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دشمن عالمی قوتیں میانمار حکومت کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا زبانی جمع خرچ پر اکتفا کیا جارہا ہے لیکن ریاستی ظلم وتشدد روکنے کے لیے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ سلامتی کونسل کا اجلاس بھی طلب نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اسلامی ممالک کے سربراہان کے طرزعمل پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ OIC (او آئی سی) اور دوسرے مسلمان ادارے دنیا میں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ ایٹمی پاکستان کی حکومت نے اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کی کہ میانمار کے سفیر کو وزارتِ خارجہ میں طلب کر کے رسمی احتجاج ہی رجسٹر کرادے۔ انہوں نے ترکی کے رول کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ روہنگیا مسلمانوں کو بنگلہ دیش میں پناہ دلوانا اور ان کے تمام اخراجات اٹھانا یہ ترکی کی اپنے مسلمان بھائیوں کی بہت بڑی خدمت ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ریاست اراکان کے میانمار کے ساتھ جبری الحاق کو ختم کیا جائے اور میانمار کی وزیراعظم کا عالمی امن کا نوبل پرائز واپس لیا جائے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

پتا ہے کہ یہ ضرورت مند ہے، لیکن آپ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، اس وقت ہاتھ تنگ ہے، تو کیا کرو:
﴿فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾﴾ ''تو ان سے کہو نرم بات۔''
یعنی نرمی کے ساتھ معذرت کرلو۔ جیسے سورۃ الضحیٰ میں ہے کہ:
﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿١٠﴾﴾ ''اور آپ کسی سائل کو نہ جھڑکیں۔''

کسی بھی طور پر اچھے انداز سے معذرت کرنا بہت بہتر ہے بجائے اس کے کہ اس کو جھڑک دیا جائے۔ یعنی اسلام میں غیر معمولی اعتدال کا معاملہ ہے۔ ایک طرف سائلین کی سخت مذمت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب سوالی اُٹھے گا تو اس کی شکل بہت ہیبت ناک ہوگی۔ چہرے کا گوشت ختم ہوگا۔ اسلام کا بنیادی سبق یہ ہے کہ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا جائے بلکہ اللہ ہی سے مانگا جائے۔ دوسروں کے آگے دست سوال دراز کرنا انسانی حرمت کے خلاف ہے اور اسلام اس کی شدید مذمت کرتا ہے لیکن اگر کسی وقت پوزیشن ایسی ہو جاتی ہے کہ بندہ ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے، تو ایسی صورت میں اسلام یہ بھی درس دیتا ہے کہ اگر کوئی مانگنے والا آجائے تو اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ، ضرور کچھ نہ کچھ دے دیا کرو۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو پروفیشنل بھکاری ہوتے ہیں ان کا تو کام ہی مانگنا ہوتا ہے، اگر ان کو کچھ دیا جائے تو یہ ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے مترادف ہوگا۔ لیکن اگر آپ دین کی تعلیمات کو سامنے رکھیں تو اسلام جہاں سوال کرنے کی مذمت کرتا ہے وہاں یہ بھی تاکید کرتا ہے کہ ان کو جھڑکنا نہیں چاہیے بلکہ اگر معذرت کی جائے تو خوش اسلوبی سے کی جائے۔ اول تو کوشش کی جائے کہ ان کو تھوڑا بہت دے دیا جائے کیونکہ سائلین کا بھی ہم پر حق ہے۔ ایک تو زکوٰۃ ہے جو ہم پر فرض ہے اور اس کے لیے اس کے مستحق افراد کو تلاش کر کے ان کو دینا ضروری ہے لیکن اس کے بعد بھی جتنا ہو سکے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اصل مطلوب یہ ہے کہ انسان اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ انفاق کرے۔ جتنا زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا اتنا ہی درجات کی بلندی اور اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ لہٰذا دین کی تعلیمات یہ ہیں کہ سائل چاہے کسی بھی قسم کا کیوں نہ ہو اس کو جھڑکا نہ جائے بلکہ کوشش کی جائے کہ پہلے تو کچھ دے دیا جائے لیکن اگر آپ دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں تو جھڑکنے کی بجائے نرمی سے معذرت کر لی جائے۔

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ﴾ ''اور نہ باندھ لو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کے ساتھ''

یہ استعارہ ہے۔ ہاتھوں کو گردن سے باندھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر انتہائی ضرورت بھی ہو تو تب بھی دھیلہ خرچ نہ کیا جائے۔ یہ ایک خاص قسم کی ذہنیت ہوتی ہے کہ اپنی ذات پر اور اپنی اولاد پر خرچ کرتے ہوئے بھی جان نکلتی ہے اور دل کی کلی اس بات پر کھلتی ہے کہ میرا بینک بیلنس بڑھ رہا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ خزانے پر سانپ بن کر بیٹھ جانا۔ اسلام اس کی بھی شدید مذمت کرتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ بخل سے کام نہ لو۔ جہاں ضرورت ہے وہاں خرچ کرو۔ مگر:
﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ ''اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو'' ﴿فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾﴾ ''کہ پھر بیٹھے رہو ملامت زدہ ہارے ہوئے۔''

یعنی اعتدال کے ساتھ خرچ کرو کہ نہ تو زیادہ اسراف کرو اور نہ اتنے بخیل ہو جاؤ کہ ہاتھ گردن سے باندھ لو۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں دونوں انتہائیں ہیں۔ یا تو اولاد کو اتنا دے دیا کہ وہ اب بے لگام ہے، نہ کوئی باز پرس ہے، نہ نگرانی ہے یا پھر اولاد کی جائز ضروریات پر خرچ کرتے ہوئے بھی جان نکلتی ہے۔ اسلام ان دونوں انتہاؤں کی مذمت کرتا ہے اور اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

چنانچہ اسلامی معاشرے کے راہنما اصولوں میں ایک اہم اصول یہ بھی شامل ہے کہ مال کو خرچ کرنے کے معاملے میں اعتدال کا راستہ اختیار کیا جائے۔ اگر ان راہنما اصولوں کا خیال رکھا جائے گا تو معاشرے میں خوشحالی آئے گی، ہر طرح کی خیر و برکت ہوگی اور آپس میں محبت اور الفت کی فضا پیدا ہوگی۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ﴾ ''یقیناً تمہارا رب کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے)۔'' ﴿اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾﴾ ''یقیناً وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا (اور ان کے حالات کو) دیکھنے والا ہے۔''

اب یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فیصلہ ہے کہ کسی کو تنگی سے آزما رہا ہے اور کسی کو زیادہ دے کر آزما رہا ہے۔ ہمارے لیے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہم ہر لحہ حالت امتحان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ انسان کو مختلف حالات سے گزار کر اس کا امتحان لے رہا ہوتا ہے۔
﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾﴾ (الفجر:15) ''انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس کا رب اسے آزماتا ہے پھر اسے عزت دیتا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی!''

یعنی انسان یہ سمجھ ہی نہیں رہا کہ یہ دونوں حالتیں امتحانی ہیں۔ اس کے برعکس ہماری سوچ یہ ہے کہ اگر کسی کو زیادہ مل گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اس پر اللہ کا بڑا کرم ہو گیا۔ ایک اعتبار سے کرم تو ہے لیکن حقیقت میں وہ مشکل میں پڑ گیا ہے۔ جتنا زیادہ اس کو ملا ہے اتنا ہی زیادہ سخت اُس کا امتحان ہے۔ اُس کے پٹڑی سے اُتر جانے کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ عیاشیوں میں پڑنے کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تنگ دست ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ ناراض ہے، یا کسی کو زیادہ مل گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ اس سے خوش ہے۔ بلکہ یہ دونوں حالتیں امتحان کی ہیں۔ لہٰذا انسان صحیح ٹریک پر آ ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کو اس حقیقت کا ادراک نہ ہو کہ میں امتحان میں ہوں۔ اگر انسان کو اس بات کا احساس ہو جائے اور اپنا جائزہ لے کہ اس امتحان میں مجھ سے جو تقاضا کیا جا رہا ہے کیا میں اس کو پورا کر رہا ہوں یا نہیں کر رہا ہوں؟ اگر ایسا ہوگا تو پھر یہی معاشرہ جنت کا نمونہ بن جائے گا۔ جیسے خلفائے راشدین کے دور میں لوگ زکوٰۃ لے کر پھرتے تھے لیکن کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا اور ہر لحاظ سے امن و امان تھا۔ اسی کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہمارے پڑوس میں بھی ہم نے دیکھا تھا جب وہاں صرف چند سال کے لیے شریعت نافذ ہوئی تھی۔ اس دوران جو بھی شخص افغانستان جا کر واپس آتا تھا وہ یہی کہتا تھا کہ دورِ خلافتِ راشدہ کے جو واقعات ہم نے سنے اور پڑھے تھے ان کی یاد تازہ ہو گئی۔ حالانکہ طالبانِ افغانستان پر سخت پابندیاں تھیں اور مال و دولت کی انتہائی کمی تھی۔ ایک دفعہ ہم کابل میں محکمہ آب و برق کے مرکزی دفتر میں بیٹھے تھے تو ہمارے پوچھنے پر بتایا گیا کہ ہمارے مہینے کا بجٹ پاکستانی آٹھ ہزار روپیہ ہے۔ یعنی ایک طرف پابندیوں کی وجہ سے اتنی غربت، اتنا فقر لیکن اس کے باوجود اس قدر امن و امان کہ مہینوں تک تھانہ چوکیوں میں کوئی ایک رپورٹ بھی درج نہ ہوتی تھی۔ ایسا نمونہ اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ایک اسلامی معاشرہ قائم کریں گے۔

اسلامی معاشرے کے یہ بنیادی اصول سورۃ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع میں ہم نے پڑھے۔ ان شاء اللہ آئندہ اسی موضوع پر اگلے رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں وعدے کے مطابق اسلامی معاشرے کے قیام کو ممکن بنا سکیں۔ آمین! یارب العالمین

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

نوحہ رُوحِ ابوجہل درحرمِ کعبہ (5)

19 اے تو ما را اندریں صحرا دلیل / بشکن افسونِ نوائے جبرئیل!

اے (عربی نسل پرستی کے داعی زہیر) تو ہمارے لیے اس نظریاتی صحرا کا رہنما ہے (اس آسمانی ہدایت یعنی) نوائے جبرئیل کے جادو کو تو ہی (اپنی سحر بیانی سے) توڑ دے

20 باز گو اے سنگ اسود باز گوے / آنچہ دیدیم از محمد باز گوے

تو پھر کہہ اے حجر اسود تو پھر کہہ ہم نے محمد (ﷺ) سے جو کچھ دیکھا ہے تو پھر کہہ

21 اے ہبل، اے بندہ را پوزش پذیر / خانۂ خود را ز بے کیشاں بگیر

اے (خداوند) ہبل، اے وہ جو اپنے پوجنے والوں کی معافی قبول کرتا ہے تو اپنے گھر کو ان باغیوں اور نہ ماننے والوں (مسلمانوں) سے واپس لے لے

22 گلۂ شاں را بگرگاں کن سبیل / تلخ کن خرمائے شاں را بر نخیل!

(اے خداوند) اس نئے دین کے ماننے والے (مسلمان) بھیڑیں ہیں ان کو بھیڑیوں (کسریٰ و قیصر) کے سامنے ڈال دے ان کی کھجوروں کو درختوں پر کڑوا کر دے

23 صرصرے دہ با ہوائے بادیہ / اَنَّھُم اَعجازُ نَخلٍ خاوِیَہ

تو صحرا کی ایسی تیز و تند ہوا ان پر بھیج کہ یہ کھجوروں کے تنوں کی طرح گرے پڑے ہو جائیں

24 اے منات اے لات ازیں منزل مرو / گر ز منزل می روی از دل مرو

اے منات اور اے لات اس منزل (کعبہ) سے نہ جاؤ اگر اس جگہ سے جانا ہے تو (ہمارے) دل سے نہ جاؤ

25 اے ترا اندر دو چشم ما وُثاق / مہلتے اِن کُنتِ اَزمَعتِ الفِراق

اے وہ کہ ہماری آنکھوں میں تیرا گھر ہے اگر تم نے جانے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے تو تھوڑی دیر (تو) مزید رک جاؤ

19۔ اے زہیر! اے قوموں کے نسلی برتری کے فلسفہ کے زعیم! تو آج بھی اس نظریاتی صحراء میں ہمارا رہنما ہے، ہمیں اس آسمانی ہدایت اور نوائے جبرئیل کا کوئی توڑ نظر نہیں آ رہا، تعلیماتِ اسلام آج انسانوں کو حقیقی مساوات کی طرف لے جا رہی ہیں جبکہ ہمارے ابلیسی فکر (جب آسمانی اور جبرئیل کا فکر نہیں ہے تو یقیناً ابلیسی سوچ ہی ہے) کے لیے پسماندگی و پسپائی کا ماحول ہے۔ تو اُٹھ اور آ کر ہماری مدد کر اور آسمانی ہدایت کے اس ہمہ گیر عوامی تسلط کا توڑ کر دے۔

20۔ اے حجر اسود! تو صدیوں سے ہمارے نظریات اور ہماری شاندار مشرکانہ اور عرب نیشنلزم کی عظیم روایات کا گواہ ہے تو بول! تو کیوں نہیں بولتا کہ کیا انقلاب آ چکا ہے اور (حضرت) محمد ﷺ کی تعلیمات نے کیا قیامت ڈھا دی ہے۔ طواف ہو یا تلبیہ، حجر اسود کا استلام ہو یا سعی سب جگہ اب اشرافیہ اور نسلی برتری کے ماننے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں اب کالے اور گورے برابر ہو گئے۔

21۔ اے ہبل! اے ابوجہل کی غلطیوں کو معاف کرنے والے! ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے اعلیٰ انسانی اور مساوات واخوت وانصاف پر مبنی نظریات کا مقابلہ اپنے کردار وانسان دشمن اور اخلاق دشمن رویوں سے نہیں کرسکتے۔ اے ہبل! تو ہی ہمیں بچا اور ہماری مدد کر کہ ہم ابلیسی نظریات کو مٹنے سے بچائیں اور ان کے تسلسل کو برقرار رکھ سکیں ایسا نہ ہو کہ اسلامی تصورات (جو انسان کے دل کو لگتے ہیں اور عوام اور غلام ہمارے افکار کی بے ہودگی اور بودے پن سے واقف ہو کر جلدی ہمارے سامنے آ کھڑے ہوئے ہیں) تو ان سے کعبہ کو پاک کر دے۔

22۔ (ہم بے بس ہیں) اے ہبل! اب تو ہی مسلمانوں کے وسائل کو تباہ کر دے ان کی بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں پر بھیڑیے بھیج دے اور ان کی کھجوروں کو درختوں پر ہی تلخ بنا دے اور متوقع منافع سے محروم کر دے۔

23۔ ہماری خواہش ہے کہ تو ہی اب ان پر تیز صحرائی ہوائیں بھیج، ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ اب مسلمان تباہ ہو جائیں اور یہ کھجوروں کے لمبے تنوں کی طرح گرے پڑے نظر آئیں۔

24۔ اے لات! اے منات! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس معرکہ شرک و توحید میں ہمارے بت ایک اکیلے اللہ سے شکست کھائیں گے۔ اب صورت حال نظر آ رہی ہے کہ ہماری طرح تمہیں بھی کعبہ سے بے دخل کر دیا جائے گا۔ ہماری گزارش ہے کہ اگر کعبہ سے نکال دیے جاؤ تو کم از کم ہمارے دلوں سے کوچ نہ کرنا کہ ہم نانہجار ثابت ہوئے اور اپنے غلط مشرکانہ نظریات کے دفاع کا حق ادا نہ کر سکے۔

25۔ اے ہبل! ہماری آنکھوں میں تمہاری یاد بستی ہے اور ہمارے لیے تمہارا دیدار اور یاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہے افسوس کہ (حضرت) محمد ﷺ کی تعلیمات کا چرچا ہوا ہے تو ابلیس نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اب تم نے جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اپنی روانگی کو جتنا لیٹ کر سکتے ہو کر دو۔ ان مصرعوں میں شاعر نے ابوجہل (اور اس کے پردے میں عہد حاضر کے اسلام دشمن عزائم کے حامل یہود، مغربی زعماء، اسرائیل کی اشرافیہ اور ابلیسی عالمی حکومت کا خود ساختہ خواب دیکھنے والے لوگوں) کی مایوسی اور بے بسی کا نقشہ کھینچا ہے۔ پہلے کی طرح آج بھی اسلام پھیلے گا دشمن (یہود) اللہ کے عذاب استیصال کا نوالہ بنیں گے اور چاہیں بھی تو اسلام کے مقابلے میں ٹھہرنے کی جرأت اور سکت نہیں پائیں گے۔

امریکہ افغانستان کی جنگ ہار چکا ہے لیکن اپنی اس ہار کو وہ دنیا کے سامنے نہیں لاسکتا اور چاہتا ہے کہ پاکستان اس کی ہار کو فتح میں بدل کر دے۔ جبکہ پاکستان امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن کر دنیا میں survive کر ہی نہیں سکتا: ایوب بیگ مرزا

اس وقت طالبان افغانستان کے 90 فیصد علاقے میں اپنا اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ اگر امریکہ نیٹو کے سارے اتحادیوں کے ساتھ مل کر یہ جنگ نہیں جیت سکا تو اب اکیلا کیا جیتے گا: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ڈونلڈ ٹرمپ کی دھمکی : اب پاکستان کا ردعمل کیا ہونا چاہیے ...؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: افغان پالیسی کے حوالے سے ڈونلڈ ٹرمپ نے جو تقریر کی ہے، کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا کہ افغانستان میں امریکہ کو شکست ہو رہی ہے؟ اور یہ بھی بتائیے اس کا الزام اس نے پاکستان پر کیوں لگایا؟

ایوب بیگ مرزا: میری نظر میں یہ تقریر ایک زخمی سانپ کی تقریر تھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ زخمی سانپ بہت خطرناک ہوتا ہے۔ حقیقت میں ٹرمپ جب سے آیا ہے اس نے پاک افغان پالیسی پر بہت زیادہ فوکس کیا ہے لیکن اسے بات بنتی نظر نہیں آ رہی۔ کیونکہ چند ہفتے پہلے ہی امریکہ کا یہ اعتراف سامنے آچکا ہے کہ ”ہم یہ جنگ جیت نہیں بلکہ ہار رہے ہیں“۔ لیکن عملی طور پر وہ اس حقیقت کو دنیا کے سامنے نہیں لا سکتے کہ واقعتاً ہم جنگ ہار رہے ہیں۔ اب وہ اپنی ہار کو جیت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے ٹرمپ کا یہ خطاب پاکستان کے حوالے سے بہت زیادہ دھمکی آمیز تھا۔ اس سے پہلے بھی امریکی صدور نے پاکستان کو دھمکیاں دی ہیں لیکن ٹرمپ کا انداز ان سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ قرائن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں لیکن ہم جان بوجھ کر اور پہچانتے ہوئے بھی اُنہیں نہیں پہچان رہے تھے، یہ ہماری ڈھٹائی اور منافقت تھی۔ یعنی ریت میں سر چھپانے والی بات تھی جو ہماری حکومتیں کر رہی تھیں۔ حالیہ ٹرمپ پالیسی سے پہلے امریکی عسکری قیادت کے اعلیٰ عہدیداروں نے پاکستان کے کئی دورے کیے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ ہماری فوج نے انہیں کوئی خاص اہمیت نہیں دی، یعنی ہم ان کے سامنے پہلے کی طرح سربسجود نہیں ہوئے۔

سوال: کیا ہماری فوج کی آنکھیں کھل گئیں ہیں یا پاکستان کے survival کا مسئلہ بن گیا تھا؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس کوئی دوسرا آپشن ہی نہیں رہا تھا کیونکہ امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن کر ہم نے اپنے اندرونی حالات جس طرح خراب کیے ہیں اور معیشت کا جو حال کیا ہے اس کے

مرتب: محمد رفیق چودھری

مطابق اگر ہم مزید امریکہ کے ساتھ رہیں گے تو survive کر ہی نہیں سکتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چائنہ اب عملی طور پر پاکستان کی پشت پر ہے جس کی وجہ سے ہماری فوج کو ایک نیا سہارا مل گیا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ خود امریکہ کمزور پڑ رہا ہے اور ہماری فوج نے اس کا اندازہ کر لیا ہے کہ اب اس میں اتنا دم خم نہیں رہا جتنی وہ بڑھکیں مارتا ہے۔ کیونکہ افغانستان پر حملے کے وقت جس طرح نیٹو اور یورپ کو ساتھ ملا کر امریکہ ایک دیوہیکل کی طرح سامنے آیا تھا، اب وہ صورتحال نہیں رہی۔ اب یورپ، نیٹو بھی گھبرا رہے ہیں لیکن امریکہ رسی جل گئی پر بل نہ گیا کے مصداق پہلے خیالوں میں ہی ہے اور پاکستان کو دھمکی دے رہا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ پاکستان کی عسکری قیادت مشرف کی طرح امریکہ کی اس دھمکی میں نہ آئے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ نہ تو ہم پسپائی اختیار کریں گے اور نہ ہی امریکہ کا کوئی ناجائز مطالبہ تسلیم کیا جائے گا۔

سوال: یہ بات مشہور ہے کہ افغانستان عالمی طاقتوں کا قبرستان رہا ہے۔ برطانیہ اور روس اس کی مثالیں ہیں۔ کیا امریکہ کے بارے میں یہ روایت برقرار رہے گی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ کی بات بالکل درست ہے۔ پہلے برطانیہ نے برصغیر پر قبضہ کیا اور پھر وہ شمال مشرق کی طرف افغانستان میں گیا اور وہاں قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن افغانیوں نے اسے وہاں سے ایسا مار بھگایا کہ صرف ان کے ایک ڈاکٹر کو چھوڑا تاکہ وہ واپس جا کر پوری روداد سنا سکے۔ اس کے بعد سوویت یونین کو وہاں قبضہ کرنے کی سوجھی۔ لیکن صرف 10 سال کے اندر اندر اس کو بھی اپنی فوجیں وہاں سے نکالنی پڑیں۔ اب امریکہ کو وہاں 16 سال ہو گئے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنی شکست کا اعتراف کر رہا ہے۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے ہندوستان اور افغانستان میں کوئی خاص تقسیم نہیں تھی۔ ڈیورنڈ لائن بھی انگریز نے قائم کی تھی۔ سوویت یونین کے افغانستان پر حملہ سے پہلے ظاہر شاہ اور داؤد کی حکومتیں بھی کابل تک محدود تھیں۔ کابل کے آس پاس وار لارڈز اور سرداروں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں جن کے مشورے سے کابل کی حکومت چلتی تھی۔ کابل میں تھوڑا ماڈرنزم نظر آتا تھا لیکن آس پاس قدامت پسند اور کٹر مذہبی لوگوں کی اکثریت تھی اور ان کا اپنا ایک نظام تھا جو وہاں چل رہا تھا۔ جب سوویت یونین نے اس انتظام کو توڑنے کی کوشش کی تو وہاں کی اینٹی فورسز نے ان کو ٹکنے نہیں دیا۔ یہی غلطی امریکہ نے کی۔ امریکہ کا خیال تھا کہ اب حالات بدل گئے ہیں اور ہم سائنسی ترقی میں اتنے آگے نکل چکے کہ افغانستان کو تسخیر کرنا کوئی مشکل نہیں رہا۔ لیکن سولہ سال کی کہانی یہ بتاتی ہے کہ امریکہ جنگ ہار رہا ہے۔ اس وقت وہاں طالبان

نوے فیصد علاقے میں اپنا اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ اگر امریکہ نیٹو کے سارے اتحادیوں کے ہمراہ یہ جنگ نہیں جیت سکا تو اب اکیلا کیا جیتے گا۔

سوال: ٹرمپ اعتراف کر چکا ہے کہ عراق پر حملہ ہماری غلطی تھی لیکن افغانستان کے معاملے میں وہ اتنا سخت کیوں ہے حالانکہ اس کے فوجی یہاں بھی مر رہے ہیں؟ آخر امریکہ کا یہاں مقصد کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: سوویت یونین کے انخلاء کے بعد جب وہاں افغان طالبان کی حکومت قائم ہوئی تھی تو امریکہ کا خیال تھا کہ وہ اس سے تعاون کرے گی اور جو آئل کی پائپ لائن ہے اس کا ٹھیکہ بھی اسے ملے گا۔ لیکن وہ سب کچھ نہ ہوا۔ بلکہ ملا عمر کی قیادت میں افغان طالبان نے ایسے انقلابی اقدامات اُٹھائے جن کے نتیجے میں کئی معجزات رونما ہوئے۔ مثلاً وہاں پوست کی کاشت افغانیوں کی انکم کا سب سے بڑا ذریعہ تھی جس کے بغیر وہاں اچھی معیشت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ملا عمر کے ایک حکم سے یہ افغانستان سے ایسے ختم ہوگئی جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ اسی طرح افغانیوں کے پاس روٹی کھانے کو ہو یا نہ ہو لیکن اسلحہ ضرور ہوتا ہے جو طالبان حکومت سے پہلے اپنے مخالفین پر چلنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا۔ لیکن جب ملا عمر کا حکم ہوا کہ تم سب بھائی بھائی ہو، تمہیں اسلحے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے اپنا اسلحہ جمع کرا دو تو سب نے دیر نہیں لگائی۔ چنانچہ افغانیوں سے اسلحہ چھڑا دینا بھی ایک معجزہ تھا۔ جب امریکہ نے شرعی نظام کی یہ تاثیر دیکھی تو اسے خوف پیدا ہوا کہ یہ نظام اگر دوسرے ممالک میں بھی آ گیا تو ہمارے سرمایہ دارانہ نظام کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا جس کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کی وجہ سے امریکہ عالمی شہنشاہ ہے۔ ایک تو یہ نظریاتی وجہ تھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پٹرول اور تیل کے جتنے ذخائر وسطی ایشیا میں ہیں وہ دنیا میں اب کہیں نہیں ہیں۔ اگر امریکہ افغانستان میں ٹھہر جاتا ہے تو گویا وہ ان ذخائر پر سانپ بن کر بیٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا اسے اب ان ذخائر پر قبضہ کرنا زیادہ دور کی بات نظر نہیں آتی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امریکہ نہیں چاہتا کہ وہ وسطی ایشیا میں ایک اہم محاذ خالی چھوڑ دے جہاں روس اور چین آ کر اسے خطے سے بالکل ہی باہر نکال دیں۔ چنانچہ امریکہ کے یہاں بہت سے مفادات ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ یہاں سے نکلنا نہیں چاہتا۔ 1967ء میں اسرائیل کے وزیراعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ ہمیں کسی عرب ملک سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر خطرہ ہے تو صرف پاکستان سے ہے۔ پاکستان کے علاوہ ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اس وقت پاکستان ایٹمی قوت نہیں بنا تھا۔ پاکستان کا ایٹمی قوت بننا ایک معجزہ تھا کیونکہ 80ء کی دہائی میں USSR افغانستان میں آیا ہوا تھا اور اس کی قوت کو کچلنے کے لیے امریکہ پاکستان کا محتاج تھا۔ لہٰذا اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے پاکستان نے ریڈ لائن کراس کر لی۔ اب امریکی حیران ہوں گے کہ کانگریس جب بھی پوچھتی تھی کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی کیا صورتِ حال ہے تو امریکی صدر جھوٹا سرٹیفکیٹ پیش کر دیتا تھا کہ پاکستان اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں کر رہا۔ حالانکہ اسے معلوم ہوتا تھا کہ پاکستان تیزی سے کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مگر وہ محض اس لیے کانگریس سے جھوٹ بولتا تھا کیونکہ اس پر سوویت یونین کو شکست دینے کا بھوت سوار تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کانگریس اسے پاکستان کے تعاون سے روک دے۔ اس لیے وہ پاکستان کا ساتھ دے رہا تھا جس کی آڑ میں پاکستان نے اپنا نیوکلیئر پروگرام مکمل کیا۔ ان ایٹمی اثاثہ جات کو افغانستان میں بیٹھ کر تباہ کرنا نسبتاً آسان ہے کجا یہ کہ امریکہ سے اسے تباہ کیا جائے کیونکہ یہاں درانداز بھیج کر اور یہاں کے لوگوں کو آلۂ کار بنا کر وہ یہ کام کروانا چاہے گا۔ چنانچہ اس کا یہاں رہنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے اور یہ اس کے بڑے اور اہم ترین مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ ایٹمی اثاثہ جات کی حفاظت کے حوالے سے ہمارے حکمرانوں کا کردار بھی بہت اچھا رہا۔ اُنہوں نے اس حوالہ سے کبھی پسپائی اختیار نہیں کی۔ لہٰذا ہمیں ان کو کریڈٹ دینا چاہیے کہ اُنہوں نے عوامی موقف کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔

> **امریکہ نہیں چاہتا کہ وہ وسطی ایشیا میں افغانستان کا اہم محاذ خالی چھوڑ دے جہاں روس اور چین آ کر اسے خطے سے بالکل ہی باہر نکال دیں۔**

سوال: ٹرمپ نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ پاکستان کے ایٹمی ہتھیار دہشت گردوں کے ہاتھوں میں جانے کا خدشہ ہے۔ اس کی یہ بات کتنی دُرست ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دہشت گرد کون ہے؟ دہشت گرد وہ ہوتا ہے جو بلاوجہ انسانی خون بہانے کے درپے ہو۔ اس لحاظ سے امریکہ سب سے بڑا ریاستی دہشت گرد ہے۔ اس نے افغانستان، عراق، لیبیا وغیرہ پر حملہ کر کے لاکھوں انسانی جانوں کا قتل عام کیا۔

سوال: ٹرمپ کی تقریر کے بعد پاکستان کو اب کون سے نئے چیلنجز کا سامنا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: پچھلے دنوں امریکن عسکری قیادت کے بڑے اعلیٰ عہدے دار پاکستان کے دورے پر آئے تھے اور انھوں نے ہماری عسکری قیادت سے ملاقات کی۔ ہماری عسکری قیادت نے انھیں کہا کہ پاکستان تو خود دہشت گردی کا شکار رہا ہے اور تقریباً 40 ہزار جانیں قربان کی ہیں۔ امریکہ بلین ڈالر کی بات کرتا ہے جبکہ اس جنگ میں پاکستان کو فائدے کے مقابلے نقصان زیادہ ہوا ہے۔ اب امریکہ کی کوشش یہ ہے کہ افغانستان میں اس کے اپنے فوجی محفوظ بیٹھے رہیں اور پاکستان جا کر ان کی جنگ لڑے اور جیت کر ان کو دے۔ ٹرمپ نے اس تقریر میں انڈیا کی بڑی تعریف کی تاکہ انڈیا بھی اس معاملے میں آگے بڑھے اور اس کا ساتھ دے۔ یعنی اس نے انڈیا کو افغانستان میں ایک رول دینے کی کوشش کی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: حقیقت میں پاکستان کو اندرونی اور بیرونی، دونوں سطحوں پر کئی چیلنجز درپیش ہیں۔ مثلاً (1) پاکستان میں جو سیاسی انتشار پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اس کو روکنا تاکہ یہاں کوئی انارکی کی کیفیت پیدا نہ ہو۔ (2) معیشت کا معاملہ اس حد تک نہ بگڑ جائے کہ ہم دیوالیہ ہو جائیں۔ ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ آج تک کوئی ملک معاشی بحران کی وجہ سے نہیں ٹوٹا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اللہ نہ کرے (میرے منہ میں خاک) اگر یہاں معیشت کا معاملہ بہت زیادہ بگڑا تو یہ پاکستان کی شکست و ریخت کا باعث بن سکتا ہے۔ کیونکہ کچھ سپر طاقتیں اس بات پر تلی ہوئی ہیں کہ کوئی نہ کوئی بہانہ یا عذر ملے، چاہے وہ معاشی ہی کیوں نہ ہو ہم اس بنیاد پر پاکستان کو توڑ پھوڑ

کا شکار کریں۔ لہٰذا اس معاملے میں پاکستان کو لازماً کمزور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ بیرونی سطح پر مشرق میں انڈیا ہے جو ہمارا ازلی دشمن ہے۔ شمال مغرب میں خود امریکہ ہے۔ لہٰذا اب ہمیں دونوں طرف سے سینڈوچ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ٹرمپ کی تقریر سے مجھے جو خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کے Settled ایریاز پر فضائی حملے نہ کر دے۔ کیونکہ پاکستان کے لیے آسان نہیں ہے کہ اگر امریکہ فضائی حملہ کرے تو پاکستان اس کے جہازوں کو گرا سکے یا واپسی پر افغانستان پر حملہ کر سکے۔ البتہ یہ اس پر منحصر ہے کہ چین اس سارے معاملے میں کیا رول ادا کرتا ہے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا چیلنج درپیش ہے۔ اگر چین انڈیا کو انگیج کر دے جیسا کہ خبریں آ رہی ہیں کہ چین کافی گرم انداز میں انڈیا کی سرحدوں پر مصروف ہے تو پھر امریکہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میں سمجھتا ہوں کہ حالیہ چند واقعات جو ہوئے ان میں سیاست دانوں نے بڑی دانش مندی کا ثبوت دیا کہ کسی بھی لیول پر کوئی انتشار پیدا نہیں ہونے دیا بلکہ بہت ہی مناسب طریقے سے معاملات کو نبٹا دیا۔ لگتا ہے ہمارے سیاستدانوں کو سمجھ آ گئی ہے کہ بیرونی ایجنڈا کیا ہے؟

سوال: کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ پاکستان اپنے دشمن اور دوست کو کلیئر آؤٹ پہچانے؟

ایوب بیگ مرزا: پہچان تو چکا ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس پہچان کے مطابق عمل کرے۔ اصل میں ہم مفادات میں بُری طرح اُلجھ گئے تھے اور ایک طرح سے اسیر ہو گئے تھے اور ہم نے اپنے دشمنوں کے حق میں کام کیا۔ دشمن کے مفاد کا تحفظ کیا۔ اس معاملے میں عسکری قیادت کا رول زیادہ تھا، زیادہ ہے اور شاید زیادہ رہے گا۔ اب بھی یہ وقت ہی بتائے گا کہ ہماری سیاسی اور عسکری قیادت امریکہ کے اس قدم کے بعد عملی طور پر کیا فیصلہ کرتی ہے۔ حالانکہ اب پاکستان کے پاس کوئی دوسرا آپشن رہا ہی نہیں۔

سوال: چین اور روس سمیت جن ممالک نے ٹرمپ کی تقریر پر ردعمل ظاہر کیا ہے، کیا ہم انہیں دوست کہہ سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ایران کا زیادہ ردعمل اس کی مذہبی پالیسی کے حوالے سے آیا ہے لیکن چین نے ٹرمپ کی اس تقریر پر ردعمل دیا ہے۔ ایک بات صاف ظاہر ہے کہ ٹرمپ کی تقریر میں پاکستان سے جو تقاضا کیا گیا ہے اس کو پورا کرنا پاکستان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ میری ذاتی رائے میں پاکستان سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ افغانستان کے اندر اپنے troops بھیجے اور افغان طالبان کو کچلنے میں امریکہ کی مدد کرے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح پاکستان نے اپنی سرحدوں کے اندر دہشت گردی کو شکست دی ہے، اسی طرح وہ افغانستان میں بھی طالبان کو ختم کر سکتا ہے۔ لیکن اگر پاکستان نے امریکہ کی بات مان لی تو یہ پاکستانی فوج کے لیے خودکشی کے مترادف ہوگا کیونکہ پاکستانی فوج اتنے سارے محاذوں پر ایک ساتھ نہیں لڑ سکے گی۔ جبکہ بیرونی قوتیں یہی چاہتی ہیں۔

> اب یہ وقت ہی بتائے گا کہ ہماری سیاسی اور عسکری قیادت امریکہ کی دھمکی کے بعد عملی طور پر کیا فیصلہ کرتی ہے۔ حالانکہ اب پاکستان کے پاس کوئی دوسرا آپشن رہا ہی نہیں کہ وہ امریکہ کی دوستی کو خدا حافظ کہہ دے۔

سوال: قرآن میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ قرآن کے اس حکم کو سامنے رکھ کر پاکستان کو کیا کرنا چاہیے!

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بے شک قرآن میں کہا گیا ہے کہ: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ﴾ (المائدہ:51) ''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ۔''
لیکن اس سے آگے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کوئی بچاؤ کا راستہ نہ ہو تو وقتی طور پر صلح کا پیغام بھیجا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک طرح کا تعارف کیا جا سکتا ہے لیکن دوستی نہیں ہونی چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کے عوام ہوں یا حکمران سب کی زبان پر اسلام ہے۔ یعنی اکثریت میں سطحی طور پر اسلام موجود ہے۔ لیکن پاکستان اسلامی ریاست نہیں بن سکا اس لیے کہ نظام کی تبدیلی ہمارے ایجنڈے میں ہی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے پالیسی سازوں کو یہ بات سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ اگر نہتے طالبان امریکہ کو شکست دے سکتے ہیں تو پاکستان کے پاس تو بہت کچھ ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ طاغوتی سہارے چھوڑ کر صرف اللہ کو دوست بنایا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہم امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیں لیکن اپنے آپ کو بچانے کے لیے تو کچھ کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: امریکہ نے پاکستان میں ڈرون حملے، ایبٹ آباد آپریشن وغیرہ جیسے اقدامات کیے ہیں لیکن پاکستان نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا کیونکہ پاکستان امریکہ کے ساتھ تصادم نہیں چاہتا لیکن اگر امریکہ تلا ہوا ہے تو پھر ہر ملک کہیں نہ کہیں تو لائن ڈرا کرتا ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے مغفرت — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم لانڈھی کے مبتدی رفیق جناب حمزہ سلیم کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے رفیق محترم محمد یاسین کا جواں سال بیٹا وفات پا گیا۔

برائے تعزیت: 0321-6431580

☆ ملتان شہر کے رفیق خواجہ مظہر صدیقی کی دادی وفات پا گئیں۔

☆ ملتان غربی کے نقیب محمد اسحاق انصاری کے چچازاد بھائی وفات پا گئے۔

☆ ملتان غربی کے رفیق غلام شبیر کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6337803

☆ حلقہ کراچی جنوبی، لانڈھی تنظیم کے ملتزم رفیق ذوالفقار الدین کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ناظم محترم شاہد رضا کے تایازاد بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-7446250

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

فطرت کی تعزیریں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عید گزر گئی! تقبل اللّٰہ مناو منکم ...... اللہ ہم سے آپ سے قربانی، عشرۂ ذی الحج قبول فرمائے (آمین) ٹوٹے پھوٹے اعمال کو اپنی شانِ کریمی کے مطابق نواز دے! یہ دس دن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خانوادے کی داستان وفا دہرانے کے دن ہوتے ہیں۔ 6 ارب انسانوں میں سے چنیدہ ڈیڑھ ارب جو حامل قرآن اور امت محمد ﷺ ہونے کے اعزاز اور ذمہ داری سے نوازے گئے۔ ان میں سے مزید 20 لاکھ شارٹ لسٹ کر کے حج کی سالانہ عبادت عظمیٰ اور تربیت گاہ سے فیض یاب ہونے کو منتخب ہوئے۔ کعبۃ اللہ روئے زمین کا قلب ہے۔ جس طرح گندہ خون کھنچ کر دل تک پہنچتا ہے اور پھر تازہ دم، صاف ستھرا ہو کر زندگی توانائی سے بھرپور جسم بھر میں لوٹا دیا جاتا ہے، ایسی ہی توانائی حج سے حاصل کردہ پاکیزگی اور ایمانی قوت نو دنیا بھر سے آئے مسلمانوں کو ری چارج کر دیتی ہے۔ حج سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خانوادے کی کامل اطاعت، توکل اور حنیفیت (یک سوئی) 20 لاکھ قالبوں میں اتارنے کا سامان ہے۔ تاہم کیا کیجئے کہ ہم رسمیات کے بندے نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے کے مصداق ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ ہم ذی الحج میں امریکہ کے لئے دی جانے والی قربانیوں کا رونا روتے اور صلہ مانگتے رہے! اللہ تعالیٰ نے تو ایک اسماعیلؑ بھی قربان نہ ہونے دیا اور بے مثل قرب عطا کیا، خلیل اللّٰہی! ادھر امریکی بت کے چرنوں میں 70 ہزار جانوں کی قربانی؟

ہمیں اللہ نے حق کا گواہ بنایا تھا۔ (البقرۃ:143، الحج:78) توحید، رسالت، آخرت کی گواہی پوری دنیا تک بذریعہ قرآن پہنچانا ہمارے ذمے فرض تھا۔ حکمران و عوام سبھی پر لازم! 21 ویں صدی سے زیادہ تشنہ، روحانی اعتبار سے جاں بلب، دیوانگی کی حدوں کو چھوتی صدی پہلے کبھی نہ تھی۔ ہماری ذمہ داری اسی تناسب سے فزوں تر ہے۔ اسی تربیت کے لیے رمضان کی عبادت ہم پر فرض ہوئی اور اب حج میں اسوۂ ابراہیمیؑ سے گزارا گیا۔ حق و باطل کے سارے معرکے پڑھا دیئے۔ ابراہیمؑ بمقابلہ نمرود، موسیٰؑ بمقابلہ فرعون، محمد ﷺ بمقابلہ لشکرِ ابوجہل، بمقابلہ یہود، بمقابلہ قیصرِ روم (غزوۂ تبوک و موتہ)۔ قرآن کے 30 پاروں میں سب سے زیادہ نفی زندہ فرعونوں، نمرودوں کی ہے۔ مردوں کے انکار والی توحید آسان ہے۔ اقبال بھی اتباع قرآن میں کہتے ہیں: اے حجروں میں بیٹھ کر باتیں بنانے والے، جا کسی نمرود کے سامنے جا کر لا کا نعرہ لگا۔ ابراہیمیؑ توحید نمرودوں فرعونوں کی موت کا پیغام ہے جو برسرزمین افغانوں نے عمل پیرا ہو کر قائم کی ہے۔ سعدی کے مطابق (فارسی اشعار) موحد وہ ہے کہ جس کے قدموں میں تم سونے کے انبار لگا دو مگر اس کی رال نہ ٹپکے، اور جس کے سر پر آرا لٹکا دو لیکن اللہ کے سوا کسی کا خوف دل میں نہ ہو۔ یہی توحید کی بنیاد ہے۔ آیئے ان آئینوں میں ہم اپنی صورت دیکھیں! ڈالروں پر 17 سال رال ٹپکاتے ہم توحید تو کیا، اپنا آپ ہی بھلا بیٹھے۔ اور خوف سے بندھی کمانڈو کی گھگھی کا یہ عالم تھا کہ ایک فون کال پر کلمۂ توحید والے پاکستان کی زمین، سڑکیں، ہوائیں، افواج، اموال، عزت آبرو (مثلاً ڈاکٹر عافیہ) سب کفر کے حوالے کر ڈالیں۔

آج آیئے یہ بھی دیکھ لیجئے کہ ذی الحج والے رب نے ہمارے خدا امریکہ کا کیا حال کیا! یہ اس تناظر میں دیکھئے کہ جب نوجوان ابراہیمؑ نے نمرودیوں کے بت خانے میں گھس کر ان کے سارے بت توڑ ڈالے تھے تو قوم نے کہا تھا: ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ ہمارے باپ ابراہیمؑ نے بت پرستی سے اظہار براءت کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا: ﴿اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o﴾ (الانبیاء:67) (تُف منہ تمہارا) تف ہے تم پر اور تمہارے اِن معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا (بندگی/غلامی) کر رہے ہو۔ کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟ ذرا دیکھئے آج امریکہ ایک قیامت خیز طوفان ہاروی کے ہاتھوں کیسے اپنے چوتھے سب سے بڑے شہر کا مُثلہ ہوتے دیکھ رہا ہے۔ ایک ناقابلِ بیان اور ناقابلِ یقین شدت اور طاقت کا یہ طوفان 23 لاکھ آبادی پر یوں مسلط ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی لاشیں بچھڑی پڑی ہیں۔ بڑی بڑی ایکسپریس ویز، سڑکوں کے جال دریاؤں کا سماں پیش کر رہے ہیں۔ گارڈین کی 29/اگست کی رپورٹ میں انشورنس ماہرین کا موجودہ تخمینہ نقصانات کا 100 ارب ڈالر تک پہنچنے کا ہے۔ یہ 5 دن میں ہونے والا نقصان ہے جو مسلسل بڑھ رہا ہے۔ 2 ذی الحج سے شروع ہونے والا یہ طوفان بلا خیز ابھی مزید ہفتہ بھر جاری رہنے کی پیشین گوئی ہے۔ ڈیم بھر کر مزید طغیانی کا سبب بن رہے ہیں۔ 3 لاکھ آبادی کے ایک اور شہر میں بند ٹوٹنے سے (برازوریا کاؤنٹی) فوری انخلاء کا نوٹس دے دیا گیا ہے۔ لوزیانا میں ایمرجنسی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ ہاروی اب وہاں جانے کو تیار ہے۔ وڈیو میں گاڑیاں پارک دیکھی جا سکتی ہیں جو چند لمحوں میں ایک ایک کر کے تنکوں کی طرح اڑ جاتی ہیں اور وہ جگہ خالی ہو کر زیرِ آب آ جاتی ہے۔ ہوسٹن کی سڑکیں گاڑیوں کے قبرستانوں میں بدل گئی ہیں۔ ڈیلرز کے ہاں ہزاروں نئی گاڑیاں کھڑے کھڑے تباہ ہو گئی ہیں۔ ریفائنریوں میں لاکھوں بیرل کا نقصان روزانہ کا ہے! (امریکہ کا 1/3 حصہ ریفائنریوں کا یہاں واقع ہے۔ 50 فیصد تیل برآمدات اور 51 حصہ کیمیائی برآمدات کا مرکز بھی یہی ہے) گورنر گریگ ایبٹ کے مطابق یہ توقع چھوڑ دیجئے کہ ہم اس تباہی سے کہیں جلد عہدہ برآ ہو سکیں گے۔ ابھی تک گھر گھر جا کر تباہی کا اندازہ لگانے اور اس کا لقمہ بن جانے والوں کا پتا لگانے کا کام شروع بھی نہیں ہوا۔ اس تباہی کا پورا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں، نمٹنا تو بہت بعد کی بات ہے۔ ابھی افغان پالیسی (مزید فوجی بھیجنے کی) ٹرمپ کی زبان سے پوری طرح ادا بھی نہ ہوئی تھی کہ ہوسٹن کی بربادی پر پالیسی سنانی پڑ گئی! ایک شخص نے اپنے گھر کی تباہی بارے کہا: لگتا ہے جیسے بم پھٹ گیا ہو۔ ہاں یقیناً صرف بم نہیں پھٹا...... مدر آف آل بمز (MOAB) ...... پانی بم، طوفان بم، سیلاب بم پھٹا ہے۔

یہ حیران کن سُوئے اتفاق ہے کہ 2012ء میں اوباما نے 30 ہزار فوج (یک لخت اضافہ) Extra Force, Surge کہہ کر افغانستان بھیجی اور ساتھ ہی نیویارک کو تقریباً اتنا ہی ہلا مارنے والے طوفان سینڈی نے آن جکڑا۔ ایک عفریت تھی جسے اسی اوباما نے جان لیوا Storm Surge کہا۔ سو وہ تمام مناظر جو انہوں نے

سالہا سال افغانستان، عراق، فلسطین، شام میں تخلیق کئے تباہی و بربادی کے...... وہ اللہ نے چند دنوں میں انہیں دکھائے اور بار بار دکھائے۔ جس پر بے ساختہ انہوں نے خود کہا کہ یہ تو وار زون (جنگ زدہ علاقہ) دکھائی دیتا ہے۔ عبرتناک ویڈیوز اور تصاویر ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے خدا کی صرف موت فلمانے کی صلاحیت ان علاقوں میں باقی بچی ہے۔ 119 سے آج تک پندرہ سولہ سے زائد طوفان آ چکے ہیں۔ جن میں سے بدترین 2005ء میں قطرینہ وہاں آیا تھا اور ہم نے فرنٹ لائن اتحادی ہونے کا حصہ بصورت ہولناک زلزلہ 2005ء میں (استغفر اللہ) پایا تھا۔ ہم نیا مریکہ کو خدا بنایا جو روحانی اعتبار سے جاہلِ مطلق بوزنا (بندر کی اولاد) تھا۔ جبکہ ہم امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ ولیہ وسلم کے امتی اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے تھے۔ اللہ تعالیٰ قوموں پر بھیجے جانے والے عذابوں کا بار بار (جس کا انکار عقل کے مارے سیکولر کرتے ہیں) تذکرہ کرتے ہیں۔ مثلاً: ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کر دیا۔ اور یہ سارا پانی اس کام کو پورا کرنے کے لیے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ (القمر: 12-11) اور پھر بار بار اللہ ایک سوال دہراتا ہے: پھر ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ دیکھ لو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنایا ہے، پھر ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

پاکستان سے بھی یہ آیات سوال کرتی ہیں۔ تم قرآن اٹھا لو گے؟ حرز جاں بنا کر فرائض ادا کرو گے؟ یا خدانخواستہ قہر و غضب کی زبان سے سمجھو گے؟ پناہ بخدا۔ بیک ڈور ڈپلومیسی سے روٹھا امریکہ منانے کی دیوانگی کی بجائے Frontal Lobe...... پیشانی (دماغ کا عقل والا حصہ) اللہ کے در پر جھکایئے۔ فلاح کا یہ فارمولا افغانوں سے پوچھئے۔ ابھی مہلت ہے! یہاں یہ ہو رہا ہے کہ قوم کو جھنڈے پتلے جلانے، مظاہرے کرنے پر لگا کر، دینی قوتوں کو سامنے لا کر امریکہ پر دباؤ بڑھایا جا رہا ہے۔ پس پردہ سفارت کاری میں امریکہ کے گوڈے گٹے پکڑنے کا سماں ہے۔ اگرچہ یہ وحشت ناک جنگ سے نکلنے اور امریکی کمبل سے پیچھا چھڑانے کا سنہری موقع تھا۔ ہاروی اللہ کی طرف سے ایک شدید تنبیہ ہے۔ فھل من مدّکر؟ امریکی جھنڈے کے ساتھ چیرٹی بل نوعیت کے بلوں کو بھی آگ لگانے کی ضرورت ہے جو ملکِ عزیز میں دین اور اہلِ دین پر زمین تنگ کرنے کا سامان ہے۔ امریکی طوفان پر پوچھا جا رہا ہے کہ یہ گلوبل وارمنگ کا نتیجہ ہے؟ ہاں یہ یقیناً سائنسی اعتبار سے بھی بم پھاڑ تباہیوں سے پھیلائی وارمنگ کی بنا پر ہے۔ اور اصلاً مظلوموں کی آہوں کا دھواں، فریادوں کے شعلے اوزون کی تہہ پگھلائے دے رہے ہیں۔ لاپتگی کا عالمی دن پاکستان کے لاپتگان کا پتہ پوچھتا اور یہاں فریادیوں کی آہوں کی تپش سے ڈراتا ہے۔ کوئی عید کی خوشی میں حصہ ان کے بچوں کا بھی؟ اللہ کے قہر سے ڈریں۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

☆☆☆

سانحۂ کربلا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی
عزیمت و عظمت کی صحیح تصویر

شہیدِ مظلوم رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
مناقب اور آپ کی مظلومانہ
شہادت کے بیان پر جامع تالیف

بانی تنظیم اسلامی
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
کی دو جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی کتابوں
کا مطالعہ کیجئے

دونوں کتابوں کے سیٹ کی مجموعی قیمت
اشاعت خاص 90 روپے اشاعت عام 60 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501
email:maktaba@tanzeem.org

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ
"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی
"قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علومِ قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمد للہ!
اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، 36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501(42-92) E-mail:distancelearning@tanzeem.org

ٹرمپ کی دھمکی پر قوم کا خوش آئند ردعمل

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید

اس ہفتے کا اہم ترین واقعہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی افغان پالیسی کا اعلان ہے جس کے ذریعہ پاکستان کو وارننگ دی گئی ہے۔امریکی صدر کے پالیسی بیان پر فوری طور پر جو بات سامنے آئی وہ یہ کہ وقت کا فرعون جس کا کوئی اصول نہیں، چاہتا ہے کہ اس کی بات تسلیم کی جائے۔وہ کسی دوسرے اصول وقواعد کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔نہتے اور بے آسرا طالبان افغانستان پر ہر طرف سے بندش ہے، پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔وہ آغاز میں صرف چند ہزار تھے۔اب وہاں ان کی حمایت بڑھ رہی ہے۔ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔16 سال سے امریکہ نیٹو فورسز کے ساتھ انہیں ختم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ٹرمپ کے بیان سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ وہ پاگل پن کا شکار ہو چکا ہے۔اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کرے۔لہٰذا سارا غصہ پاکستان پر نکالا جارہا ہے۔پنجابی کا محاورہ ہے کہ ڈگیا کھوتے توں غصہ کمہار تے ۔حقیقت یہ ہے۔چنانچہ افغان جنگ کے حوالے سے انہوں نے جس پالیسی کا اعلان کیا ہے اس کے نکات یہ ہیں کہ اب فوج میں اضافہ کیا جائے گا۔امریکی کمانڈروں کو کلی طور پر خود مختار بنا دیا جائے گا۔جنگ کے حوالے سے بھی کچھ ethics ہوتی ہیں جو دنیا میں معروف ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو کسی اصول کا پابند نہیں سمجھتے۔انہیں مکمل اختیار ہے کہ جو چاہیں، جس طرح چاہیں، کریں۔جب جنگی کمانڈروں کو کلی طور پر خود مختار بنایا جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں کسی جنگی ethics کی کوئی پرواہ نہیں۔سیاسی مذاکرات کی کوشش بھی جاری رہے گی اور پاکستان کو یہ کام کرنا ہوگا۔سارا دباؤ پاکستان پر ہے۔ملا عمر تو امریکیوں سے یہی تو کہتے تھے کہ آپ افغانستان سے باہر نکلیں گے تو ہم آپ کے ساتھ گفتگو کریں گے۔اس وقت ہمارے ملک پر آپ کا ناجائز قبضہ ہے۔اب تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ٹوئن ٹاورز کس نے گرائے تھے۔اس میں رتی بھر شبہ بھی باقی نہیں رہ گیا۔افغانستان پر بہانہ تو اسی حادثے کو بنایا گیا تھا۔لیکن بے شرمی اور بے اصولی کی انتہا ہے۔چنانچہ غصہ اب پاکستان پر نکالا جارہا ہے۔پاکستان کو بھی اپنا رویہ تبدیل کرنا ہوگا۔سیاسی مذاکرات کے لیے بھی اسے اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔اب کسی کا بھی ان کے ساتھ تعاون نہیں چلے گا۔بھارت کو افغانستان میں زیادہ کردار دیا جائے گا۔یہ بات پاکستان کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ہم نے کتنی قربانیاں دی ہیں اس کے اصل اعداد وشمار آپ کے سامنے لائے نہیں جاتے۔ان سب قربانیوں پر پانی پھیر کر اب وہاں کردار بھارت کو دیا جائے گا۔آخری نکتہ ان کا یہ ہے اب جیت اور صرف جیت ہی ان کا ہدف ہے۔National building سے کوئی تعلق نہیں۔گویا کہ اس نے اپنے چہرے سے منافقت کا پردہ ہٹا دیا ہے۔ان کی منافقت ان کے اس دعوے پر مبنی تھی کہ ہم وہاں جو کچھ کر رہے ہیں وہ وہاں کے عوام کی بہتری کے لیے کر رہے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ انہیں جمہوریت میسر ہو۔ہم یہ سارے کام افغانستان کے مفادات کے لیے کر رہے ہیں۔اس منافقت کا پردہ خود انہوں نے چاک کر دیا ہے۔افغانیوں کا تو کوئی قصور ہی نہیں تھا۔اب تو سارا ڈراما کھل کر سامنے آ گیا ہے۔یہ فرعونیت کی انتہا ہے۔ایک اعتبار سے یہ بڑی خوش آئند بات ہوگئی ہے کہ وہ بالکل کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔علامہ اقبال کے اس مصرعے کے مصداق کہ

ع مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے

جب اس فرعونیت پر مبنی کھلی دھمکی کا اظہار کیا گیا تو اس کا نتیجہ پوری قوم کے متفقہ ردعمل کی صورت میں سامنے آیا۔تمام دینی اور سیکولر اتفاق کی صورت میں اس شر سے خیر برآمد ہوا ہے۔پوری قوم ایک صفحے پر آ چکی ہے۔سینیٹ کے چیئر مین نے اپنے ردعمل کی صورت میں خوب بیان جاری کیا ہے کہ اب امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان اس کے فوجیوں کا قبرستان بنے تو ہماری طرف سے خوش آمدید ہے۔فی الحال امریکیوں کا قبرستان تو افغان بنا ہوا ہے۔خوش آئند بات یہ بھی ہے کہ چین کا ردعمل بھی پاکستان کے حق میں آیا ہے۔چین سے تو اسی کی توقع تھی۔روس کا ردعمل بھی طالبان افغانستان اور ہمارے حق میں آ گیا ہے۔اس نے کہا کہ پاکستان کی شرکت کے بغیر افغانستان کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔یہ ساری باتیں خوش آئند سہی لیکن ہمیں ایک بات مسلمان کی حیثیت سے نہیں بھولنی چاہیے کہ مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہے۔اپنی مدد کے لیے اس نے کچھ اصول وضع کر دیئے ہیں۔اللہ کی مدد تو اسی وقت آئے گی جب ہم اللہ کی مدد کریں گے۔اس زمین پر انسانوں نے اپنی حاکمیت کا سکہ جمایا ہوا ہے ۔اللہ نے ہمیں یہ ہدف دیا ہوا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کریں۔یہی ہماری طرف سے اللہ کی مدد ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی حاکمیت کا آغاز ہم اپنے ملک سے کریں۔جب ہم اس طرح اللہ کی مدد کریں گے تو اللہ ہماری مدد کرے گا۔اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ کی طرف سے ہمیں وارننگ ہے کہ اگر تم نے اللہ کے دین سے بے وفائی کی، جیسا کہ ہم پچھلے ستر سال سے اپنے قول وعمل کے ذریعے کر رہے ہیں، تو اللہ دیکھے گا کہ کون اس کے سوا تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ روس اور چین سمیت دنیا کی کوئی طاقت تمہارے کام نہیں آئے گی۔یہ قرآن کا پیغام ہے۔اللہ ذرائع بھی پیدا فرما دیتا ہے لیکن اصل قوت اس کے ہاتھ میں ہے۔اللہ کی طرف سے یقینی مدد تب ہی آئے گی جب ہم اللہ کے دین کے مددگار بن جائیں۔اس ملک میں اللہ کے دین کو قائم کریں۔اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی اور جو بھی سربرآوردہ لوگ ملکی معاملات میں اثر ورسوخ رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر عوام کو اس انداز میں سوچنے اور آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا رب العالمین۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

☆☆☆

صدقہ اور قرض

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ کسی کی مدد کرتا ہے تو اللہ اُس کی مدد کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مالی اعتبار سے وسعت دی ہے۔ ایک معاشرے میں ایسا ہونے میں حکمت ہے۔جب کسی شخص کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ مالی تنگی کی وجہ سے اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتا تو اُسے کسی سے قرض لینا پڑتا ہے۔قرض لینا جائز ہے اور قرض دینا بڑی فضیلت کا باعث ہے۔جس شخص کو کوئی ضرورت آپڑے اور اُس کو پورا کرنے کے لیے اُس کے پاس مطلوبہ رقم نہ ہو تو وہ کس قدر پریشان ہوتا ہے۔اس پریشانی کے عالم میں اُس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے قرض دینا بہت بڑی نیکی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ ہی اس کو دشمنوں کے حوالے کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتے ہیں۔اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرے گا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں کو دور فرمائیں گے۔(ابوداؤد)

روزی تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔جو شخص اتنی وسعت رکھتا ہے کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو قرض دے کر اُس کی پریشانی دور کرتا ہے اس کو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے جس نے اُسے غربت اور ناداری سے بچایا اور اُس کو فراخی دے کر اس قابل بنایا کہ وہ قرض دے کر ضرورت مندوں کے کام آسکے۔ اور قرض دینے کی فضیلت بھی حاصل کر سکے۔

حاجت مندی کی تکلیف کو حاجت مند ہی جانتا ہے۔اُس کے سامنے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ایسی حالت میں اگر وہ صبر کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو بڑا اجر پاتا ہے۔اور وہ شخص اس اعتبار سے خوش بخت ہے جس کو وسعت دے کر اللہ تعالیٰ نے اسے اس قابل بنایا ہے کہ وہ ایک ضرورت مند کی ضرورت پوری کر رہا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمیوں میں سب سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اللہ کی عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔(مشکوٰۃ) ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سچا امیدوار بن جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"رحم کرنے والوں اور ترس کھانے والوں پر بڑی رحمت والا خدا رحم کرے گا۔ زمین پر بسنے والی اللہ کی مخلوق پر تم رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"(جامع ترمذی)

بلا ضرورت قرض لینے سے بچنا چاہیے۔کیونکہ قرض ایک بھاری ذمہ داری ہے جس کی واپس ادائیگی انتہائی ضروری ہے کیونکہ حق دار کا حق تو بہرحال ادا کرنا ہو گا۔اگر دنیا میں نہیں تو فیصلے کے دن حق کے عوض میں نیکیاں دے کر چھٹکارا حاصل ہو گا اور اس دن نیکیوں کی اتنی ضرورت ہوگی کہ کوئی قریب ترین عزیز بھی یہ ضرورت پوری نہ کر سکے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس جنازہ آتا تو آپؐ نماز پڑھانے سے پہلے پوچھتے کہ اس پر قرض تو نہیں۔اگر اُس کے ذمہ قرض ہوتا تو آپؐ اس کا جنازہ نہ پڑھاتے اور فرماتے خود ہی اس کا جنازہ پڑھ لو۔اگر کوئی دوسرا اس کا قرض اتارنے کی ذمہ داری لے لیتا تو پھر آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے۔جب بعد میں مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت قائم ہوگئی تو پھر مقروض میت کا قرض آپؐ ادا کر دیتے۔گویا آپؐ کو یہ ہرگز برداشت نہ تھا کہ آپؐ کا کوئی امتی قرض کا بار لے کر دفن ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا بڑا اجر بتایا ہے۔صدقہ کرنے والوں کو قیامت کے دن خوف اور غم نہ ہوگا۔حالانکہ قیامت کا دن نہایت سخت رنج وغم کا دن ہوگا۔اس دن کسی کا بے خوف ہو جانا بہت بڑی بات ہے۔جان لیجیے یہ صدقے کی فضیلت ہے جبکہ قرض دینے کا اجر صدقے سے بھی زیادہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی چیز قرض دے دینا اس کے صدقے کرنے سے بہتر ہے۔(سنن بیہقی) بظاہر سمجھ میں نہیں آتا کہ صدقہ تو دے کر کسی کو مستقل اس کا مالک بنا دیتے ہیں جبکہ قرض تو کسی کو وقتی طور پر عاریتاً دیا جاتا ہے۔اور قرض خواہ کو قرض دی ہوئی رقم واپس مل جاتی ہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی صحیح اور عین حکمت کا مظہر ہے۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات مجھے عالم بالا کی سیر کروائی گئی۔(یعنی معراج کی رات) تو جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا۔آپؐ فرماتے ہیں میں نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا، قرض دینے والے کو صدقہ دینے والے پر کیوں فضیلت حاصل ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ سائل سوال کرتا ہے حالانکہ اس کے پاس کچھ نہیں کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا اُس وقت قرض لیتا ہے جب اسے سخت ضرورت ہوتی ہے۔(ابن ماجہ) علماء نے اس کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ صدقہ دینے والا اپنے مال سے دینے کی مشقت ایک ہی دفعہ برداشت کر کے فارغ ہو جاتا ہے جبکہ قرضہ دینے والا قرضہ دے کر ایک مشقت سے گزرا مگر قرض کی واپسی تک وہ انتظار کی مشقت میں رہتا ہے۔متذبذب بھی کہ قرض واپس ملتا بھی ہے یا نہیں اس لیے قرضے کا ثواب صدقے سے زیادہ ہے۔

کسی ضرورت مند کو قرض فراہم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔لیکن آج ہماری اخلاقی حالت اس قدر ابتر ہو چکی ہے کہ کوئی شخص ضرورت مند کو قرض دینے کو تیار نہیں۔کیونکہ قرض واپس ملنا یقینی نہیں۔معاشرے سے اسلامی اقدار ختم ہو رہی ہیں۔حلال اور حرام روزی کا فرق مٹتا جا رہا ہے۔جرائم کی شرح روز افزوں ہے۔اس صورت حال نے آسودہ حال خدا ترس لوگوں کو بھی قرض دینے سے خوف زدہ کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں قرض کے لین دین کے متعلق واضح ہدایات دی گئی ہیں،اول یہ کہ ضرورت مند کو قرض دیا جائے تو قرض کے معاہدے کو تحریر کیا جائے جس میں رقم کا تعین ہو۔واپسی کا طریقہ اور وقت لکھا جائے۔اس تحریر پر دو گواہ ہوں۔اب اخلاقی حالت کی پس ماندگی کا یہ حال ہے قرض کی تحریر لکھنے کو بے اعتمادی سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ

اللہ کا حکم ہے اور لین دین کے معاملہ میں پیدا ہونے والی کئی الجھنوں کا علاج ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ جو شخص کسی ضرورت کے لیے قرض لے اُس کی نیت اچھی ہو اور وہ بروقت یا وقت سے پہلے قرض واپس کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ قرض واپس کرنے میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ تاہم اگر قرض خواہ کو مقروض کی بے بسی کا علم ہو جائے اور وہ اُسے مزید مہلت دے دے تو یہ بڑے اجر کی بات ہے اور اگر وہ اُسے رقم معاف کر دے تو ایسے شخص کے لیے قیامت کی سختی سے محفوظ رہنے کی بشارت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کے قرض کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے جس دن اس کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترمذی)

کسی صاحب استطاعت نے کسی کو قرض دیا تو معیاد ختم ہونے پر مقروض سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنا درست ہے۔ اگر مقروض کی معاشی حالت ابتر ہو تو اُسے مہلت دینا پسندیدہ عمل ہے اور اگر مقروض کی بے بسی اور مجبوری کی وجہ سے اُسے قرض کی رقم معاف کر دی جائے تو یہ عمل بڑے اجر کا باعث ہے۔ حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا گزشتہ امت کے ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ فرشتے اس کی روح کو لے گئے اور اس سے پوچھا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو فرشتوں نے کہا۔ یاد کر۔ اس شخص نے کہا ایک نیکی یاد پڑتی ہے میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے ملازموں کو میں نے حکم دے رکھا تھا کہ نادار کو مہلت دیا کریں۔ اور مال دار سے چشم پوشی کا معاملہ کریں (یعنی کچھ ناقص یا کم مال بھی دے دیں تو قبول کر لیا کریں) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے فرشتو! تم بھی اس سے چشم پوشی اور درگزر کا معاملہ کرو۔ (چنانچہ اس کو معاف کر دیا گیا) (صحیحین) اس واقعہ سے اور دیگر لاتعداد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کی مجبور اور بے بس مخلوق پر رحم دلی اور نرمی کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر خوش ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ نرمی کرتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر کے اُسے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ پس صاحب استطاعت کے لیے بڑا اچھا موقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس قابل بنایا ہے کہ وہ قرض دینے کی نیکی پا سکے۔

مقامی تناظیم بی بیوڑ اور داروڑہ کا مشترکہ سہ روزہ دعوتی پروگرام

14 جولائی بروز جمعہ مقامی تناظیم بی بیوڑ اور داروڑہ کے زیر اہتمام سہ روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد ہوا۔ حلقہ کے ناظم دعوت حضرت نبی محسن اور راقم نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ جبر گاؤں کی دو مساجد میں راقم اور محسن بھائی نے عظمت قرآن کے موضوع پر خطاب کیا۔ تقریباً 70 افراد نے شرکت کی۔ شرکاء میں تنظیمی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ بعد از نماز مغرب ناظم دعوت نے قرآن مجید کے حقوق پر خطاب کیا۔ راقم نے الماس کے قریب ڈیو مسجد میں عظمت قرآن پر خطاب کیا۔ بعد از نماز عشاء مقامی امیر عالم زیب نے درس حدیث دیا۔ اسی مسجد میں رات کو قیام کیا۔ صبح درس قرآن کی سعادت نبی محسن نے حاصل کی۔ ناشتہ کے بعد ساتھی عشیرئی نامی گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے۔ نماز ظہر سے پہلے مسجد کے باہر درخت کے سائے میں ''دین کے جامع تصور'' پر خطاب ہوا۔ بعد از نماز ظہر دو مساجد میں حقوق قرآن اور عظمت قرآن کے موضوع پر خطابات ہوئے اور لٹریچر تقسیم ہوا۔ طویل پیدل سفر کے بعد رفقاء بانڈی پہنچ گئے۔ راقم نے بعد از نماز مغرب ''تذکیر بالقرآن'' پر درس دیا۔ بعد از نماز عشاء نبی محسن نے درسِ حدیث دیا۔ رات اسی مسجد میں گزاری۔ اگلے دن گشت اور انفرادی ملاقاتوں کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ کافی احباب سے ملاقاتیں کی گئیں۔ انھیں لٹریچر دیا گیا۔ تنظیم اور حلقہ کے دفتر کا تعارف کرایا گیا۔

بعد از نماز مغرب راقم اور نبی محسن نے قرآنی تعلیمات کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔ اسی نشست پر سہ روزہ پروگرام اختتام کو پہنچا اور رفقاء اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی دربار میں قبول کر کے ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین (مرتب: ممتاز بخت)

منفرد اسرہ جوہر آباد میں ایک روزہ دعوتی پروگرام

13 اگست بروز اتوار نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان حلقہ سرگودھا کے منفرد اسرہ جوہر آباد کے دعوتی دورے پر تشریف لائے۔ اس دعوتی پروگرام کا انعقاد جوہر آباد کے ایک مقامی ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ سامعین کی کافی تعداد مقبل ہال میں موجود تھی۔ صبح 10 بجے پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا، جس کی سعادت حافظ زین العابدین نے حاصل کی۔

تلاوت کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع نے ''آزادی اور اس کے تقاضے'' کے عنوان پر خطاب فرمایا جو کہ تقریباً ایک گھنٹہ دس منٹ تک جاری رہا۔ خطاب کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ یہ نشست تقریباً 40 منٹ تک جاری رہی۔ اس پروگرام میں تقریباً 130 احباب نے شرکت کی۔ یہ نشست تقریباً 1 بجے اختتام کو پہنچی۔ پروگرام کے دوسرے مرحلے میں ڈاکٹر عبدالسمیع کا علاقے کے علماء سے ملاقاتوں کا شیڈول طے تھا۔ دن کے سوا ایک بجے جماعت اسلامی کی ضلعی قیادت دفتر تنظیم اسلامی جوہر آباد تشریف لائی۔ نماز اور کھانے کے بعد اُن سے فکری گفتگو ہوئی۔ بعد از نماز عصر جامع مسجد ابو ہریرہؓ میں اہلحدیث علماء سے گفتگو ہوئی۔ شام پونے چھ بجے ڈاکٹر عبدالسمیع اپنے وفد کے ہمراہ دیوبند علماء سے ملاقات کے لیے مسجد نمرہ تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے علماء سے خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء کی جدوجہد کو قبول فرمائے۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

حلقہ پنجاب شرقی کے زیر اہتمام نقباء و ذمہ داران کے تربیتی اجتماعات

20 اگست 2017ء بروز اتوار حلقہ پنجاب شرقی کے تحت عارف والا میں نقباء و ذمہ داران تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز صبح 9 بجے بمقام رہائش گاہ ملک لیاقت علی میں ہوا۔ امیر حلقہ نے ناظم تربیتی اجتماع کے فرائض ادا کیے۔ سجاد سرور نے امیر کا مامورین سے تعلق اور اسوۂ رسول ﷺ کے موضوع پر انتہائی جامع اور مدلل خطاب کیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی نے نظام اسرہ کا مطالعہ کروایا۔ معتمد حلقہ عابد حسین نے رپورٹنگ کی اہمیت، ضرورت اور رپورٹ پُر کرنے کا طریقہ کار کے حوالے سے گفتگو کی۔ امیر حلقہ کے اختتامی کلمات اور مسنون دعا کے ساتھ یہ تربیتی اجتماع تقریباً 1 بجے اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 12 نقباء و ذمہ داران نے شرکت کی۔

27 اگست 2017ء بروز اتوار حلقہ پنجاب شرقی کے تحت ہارون آباد میں نقباء و ذمہ داران تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز صبح 9 بجے بمقام مسجد جامع القرآن مرکز تنظیم اسلامی ہارون آباد میں ہوا۔ امیر حلقہ نے ناظم تربیتی اجتماع کے فرائض ادا کیے۔ سجاد سرور نے امیر کا مامورین سے تعلق اور اسوۂ رسول ﷺ، امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی نے ''نظام اسرہ کا مطالعہ'' اور معتمد حلقہ عابد حسین نے رپورٹنگ کی اہمیت و ضرورت پر گفتگو کی۔ امیر حلقہ کے اختتامی کلمات اور مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں 44 نقباء و ذمہ داران نے شرکت کی۔ اللہ رب العزت سب کے جذبہ ایثار و قربانی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ (رپورٹ: عابد حسین)

کلیۃ القرآن میں 14 اگست کے حوالے سے مباحثہ

محمد مشتاق ربانی

14 اگست کو کلیۃ القرآن میں شعبہ بزم ادب کے تحت ایک تقریری مباحثہ منعقد کیا گیا جس کا عنوان تھا ''پاکستان کا مستقبل روشن یا تاریک؟''

اس پروگرام میں انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر جناب ڈاکٹر ابصار احمد نے شرکت فرما کر طلبہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ پروگرام کے اختتام پر مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر ابصار احمد نے نہایت جامع کلمات ارشاد فرمائے جو طلبہ اور اساتذہ کے لیے نہایت ہی مفید تھے۔ انہوں نے طلبہ کو عربی اور انگریزی میں مہارت پیدا کرنے پر زور دیا۔ کیونکہ عربی ہمارے دین کی زبان ہے اور انگریزی اب ایک ضرورت بن چکی ہے۔ آپ نے طلبہ کو محنت اور لگن سے کام کرنے کی نصیحت کی۔ صدر انجمن نے زیادہ سے زیادہ مطالعہ کتب کی طرف توجہ دلائی اور اس ضمن میں محترم رشید ارشد کے دروس کی بات کی کہ وہ اہل علم کے لیے مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اس مرتبہ حکمت قرآن میں عزیزم محترم عاطف وحید کا اداریہ لائق توجہ ہے جس میں قرآن کی مرکزیت کی بات کی گئی ہے۔ آپ نے طلبہ کے مطالعہ کے لیے مختلف جرائد کا بھی ذکر فرمایا جن میں حامد کمال الدین کا ماہنامہ ایقاظ کے پرانے شمارے اور ڈاکٹر محمد امین کا ماہنامہ البرہان سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف مصنفین کو پڑھنے پر بھی زور دیا۔ مختلف حضرات کو پڑھنے سے وژن میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

اساتذہ کو نصیحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا استاد کو اپنے مضمون میں بہت ماہر ہونا چاہیے۔ طلبہ کے اندر محنت، لگن، حوصلہ پیدا کرنا استاد کا کام ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو مؤثر استاذ کے طور پر پیش کریں۔ ہم میں ٹیچنگ کی Courage تب آئے گی جب ہمیں اپنے مضمون پر اچھی گرفت ہوگی۔ صدر انجمن نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ کلیۃ القرآن اور قرآن اکیڈمی کے اساتذہ کا آپس میں علمی رابطہ ہونا چاہیے۔ سیمینارز اور دیگر پروگرام ہونے چاہیے تاکہ ایک دوسرے کے تجربات سے سیکھا جائے۔ آپ نے پاکستان کے حالات پر افسوس کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی امید کی کرن بھی پیدا کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان کا مستقبل یقیناً روشن ہے۔ اور اس کا روشن ہونا ہی ہمارے بقا کی ضمانت ہوگی۔ کیونکہ پاکستان قائم ہی اسی مقصد کے تحت ہوا کہ مسلمانوں میں امید کی کرن رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک انگریزی کالم نویس عرفان حسین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ چند دن پہلے انہوں نے seven decades on کے عنوان سے the Dawn میں کالم لکھا جس میں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ ہم پاکستان کیوں منتقل ہو رہے ہیں؟ تو والد نے جواب دیا تمہارے روشن مستقبل کے لیے۔ دراصل عرفان حسین کے والد کا اشارہ پاکستان میں اگلی نسل کے صرف معاشی مستقبل کی بہتری کے حوالے سے تھا۔ محترم ڈاکٹر ابصار نے اپنی فیملی کے ہجرت کے تجربات اختصار کے ساتھ پیش کیے کہ ہم نے اسلام کی خاطر ہجرت کی۔ ہجرت کے بڑے دل سوز واقعات ہیں۔ تقسیم کے ایام میں محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور بڑے بھائی محترم اظہار احمد کے زیر مطالعہ مولانا مودودیؒ کی سورۃ یوسف کی تفسیر تھی۔ سورۃ یوسف میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے کہ حالات جیسے بھی سخت ہوں ہمیں امید کا دامن تھام کر رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی ثابت کیا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ آپ نے اصغر سودائی کا ذکر فرمایا کہ جب انہوں نے ترانہ لکھا ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' تو قائداعظم نے فرمایا کہ پاکستان بننے میں 20 فیصد اس ترانے کا حصہ ہے۔ اس ترانہ سے پاکستان کا مقصد متعین ہوتا ہے کہ پاکستان کی اساس اسلام ہے۔ لوگ قائداعظم کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو غلط معانی پہناتے ہیں۔ جو سیکولر لوگ ایسا کام کرتے ہیں ان کے پیش نظر پاکستان ایک عام ملک کی طرح ہے۔ حالانکہ پاکستان کی پیدائش بالکل خاص نوعیت کی ہے۔

کلیۃ القرآن کے طلبہ نے ''پاکستان کا مستقبل روشن'' کے حوالے سے بہت مدلل انداز میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔ پاکستان کی ابتدائی حالت اور موجودہ حالت واضح طور پر خبر دے رہی ہے کہ پاکستان ماضی کے مقابلے میں کتنا روشن اور مضبوط ہو گیا ہے۔ موجودہ وقت میں پاکستان کسی بھی ملک کے ساتھ دوستی اور دشمنی کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان کے وسائل و ذرائع میں واضح طور پر اضافہ ہوا ہے۔ ہمیں ٹرمپ کی دھمکیوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ اس کی دھمکیوں سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے کہ ہمیں IMF اور World Bank سے اقتصادی امداد نہیں لینی چاہیے۔ اپنے وسائل پر انحصار کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو بے شمار قدرتی وسائل سے نوازا ہے۔

''پاکستان کا مستقبل تاریک'' کے حوالے سے بھی طلبہ نے مدلل انداز میں گفتگو کی اور بتایا کہ نظریۂ پاکستان سے بے وفائی کی وجہ سے پاکستان کن تاریکیوں کا سامنا کر رہا ہے۔ اگر نظریۂ پاکستان اور قائدین پاکستان کی لاج رکھی جاتی تو آج پاکستان بلندیوں کو چھو رہا ہوتا اور پاکستان کو سیاسی اور اقتصادی چیلنج پیش نہ آتے۔ ہمیں آج اس ملک کی حفاظت کے لیے کئی آپریشن کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اب خیبر iv جاری ہے۔ لیکن اگر ہم اجتماعی طور پر رجوع الی اللہ کریں تو ہمارے کئی مسائل خود حل ہو جائیں گے۔

مقابلے کے آخر میں نتائج کا اعلان کیا گیا جس کے تحت اوّل، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو مہمان خصوصی کے ہاتھ سے انعامات دیئے گئے۔ اس طرز کے مقابلے کو تمام طلبہ اور اساتذہ نے بہت پسند کیا اور مستقبل میں بھی اس طرح کے مقابلہ جات کے انعقاد کی خواہش کا اظہار کیا۔

صدر انجمن نے اختتام پر پرنسپل صاحب اور اساتذہ کرام کی محنت اور لگن کو سراہا۔

☆☆☆☆☆

Burma: Where were the Muslims?

Written by: Khalid Baig

Just imagine the year is 2100 CE, long after we are all dead. A school child is studying Muslim history of the last century. He finds extremely disturbing events that took place at the beginning of that century. More than a million people were persecuted with murders, expulsions from homes, and dishonoring of Muslim women. The most disturbing fact is that it was not that Muslim armies fought and lost; these were simply one-sided battles with armies of murderers, rapists, and thugs victimizing innocent and helpless people.

Where were the Muslims, he wonders. He finds that despite a successful effort by their adversaries to reduce their numbers through birth control, there were still 1.2 billion of them in the world. They were on all continents, in all countries. More than 50 countries in the world had majority Muslim populations and Muslim rulers. Did they have no armies or weapons? Actually, they had big armies and lot of weapons. One country was even a nuclear power and had successfully developed ballistic missiles that could hit faraway targets. Another Muslim country with a big army was just next to the troubled area. Some of the countries were very rich. Together, they had sufficient resources to stop the atrocities.

Maybe they did not get the news of the tragic events in time. Actually, they did have good communication equipment. Although they did not *really* control that equipment and those controlling it used to color and distort things a lot, yet Muslims everywhere were able to hear and see the horrors faced by their fellow brothers and sisters as they were taking place. *They saw their plight, they heard their cries, but not a soldier moved from the Muslim world to help those whose lives, honors, and properties were being trampled simply because they were Muslims.*

Maybe they had become totally indifferent to the plight of their fellows. Maybe they had lost their faith--- no, lost their soul --- so they just did not care. Actually, despite all their problems, individual Muslims all over the world were still deeply concerned about their fellows. They talked about them. They raised money for them. They prayed for them. They desperately petitioned whoever they thought could help.

Then what was happening? The student is perplexed. As he continues to dig through historical accounts, he finds something curious. As the massacres were continuing in Burma, a big army assembled by Saudi Arabia was busy attacking Muslims in Yemen.

Their enemies had certainly done their part in igniting the flames of those internecine wars, but they had tried that throughout history. The intriguing development that facilitated this fiasco was a strange new ideology that had gripped the Muslim world. The devastating ideology was that of the nation-state. According to it each Muslim country was an independent nation. And so they became. Each with its own national flag, national anthem, national days, and national interests. As Muslim governments took

legitimacy from the concept of nation-state, they owed their allegiance to it also --- when they did not owe their allegiance to their foreign masters. In the halls of power, the *ummah* died. Muslim leaders did talk about the *ummah* but only as a remote, ceremonial entity. The governments and armies were there to protect the national boundaries and national interests; nobody looked after the boundaries or interests of the *ummah.*

The murders, arsons, and dishonoring of women in Kashmir was not the concern of anyone except Pakistan and that only because the area was a strategic source of Pakistan's water. If it were not for the "national interests," Pakistan would have nothing to do with them either. The brutalization of Muslims in Palestine was not the concern of anyone except the Palestinians themselves. Even Jerusalem and Al-Aqsa had become Palestinian problems. *Burma was responsibility of no one, because it did not exist at all on the new maps of national interests.*

It was a bizarre ideology, exported by the colonial powers so their hold would remain strong even after they had formally given up the colonies. But in those strange days people normally had one of two reactions to most anything that came from their former colonial masters; they either welcomed it, thinking it would bring them progress and happiness, or they became resigned to it thinking it inevitable. However, the ideology of nation-states was exactly opposed to the Islamic idea of one *ummah* and life was torn between the conflicting concepts. *Hajj* symbolized the dichotomy. It was the annual reminder that Muslims are one people, as believers from all over the world wore the same two-sheet dress, circumambulate the same Ka'ba, making the same commitment "O Allah I am here". It had also been turned into a reminder of the most important belonging of a pilgrim: his passport. Without that certificate of belonging to a nation-state no one could perform Hajj or even move from one point to another in the sacred land.

The student finally understands the ideological trap that guaranteed the tragedies of Burma and Bosnia and Kosova and Iraq and Afghanistan and ... and... an endless list. But he cannot figure out why did Muslims of the period allow themselves to be so trapped. Did they not remember the Qur'anic declaration, "The Believers are but a Single Brotherhood." ***[AlHujarat, 49:10]***. Did they not remember the Qur'anic command, "Hold fast together the Rope that Allah has extended for you and do not dispute among yourselves." ***[Aale-Imran, 3:103]***. Did they not remember the hadith, "Muslims are one body. If any part of the body is suffering the whole body feels the pain." Did they not know that the devastating idea of nation-states was actually the idea of creating permanent divisions in the *ummah*? What was going through their minds? Why did they allow themselves to be imprisoned in the cage of that stinking nationalism?

He gives up. History is so full of intrigues!

Post Script:

People have been asking why Pakistan is indifferent to the plight of Burma's persecuted Muslims plight.

VOL : 26 **Regd. C.P.L NO. 114** No.35

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore